

انیسویں صدی کی اردو لغات: غیر معیاری اسالیب زبان

لیلیٰ عبدی نجمتہ *

ہر زبان کے بولنے والے موقع، محل اور اپنے مخاطب کے رتبے اور منزلت کا لحاظ کرتے ہوئے خاص زبان و بیان اپناتے ہیں جسے ”زبانی اسلوب“ کہتے ہیں۔ زبانی اسلوب کی دو قسمیں ہیں: ”معیاری زبان“ اور ”غیر معیاری زبان“۔

الف۔ ”معیاری زبان“ کو اردو میں ”مستند زبان“ یا ”نکسالی زبان“ بھی کہتے ہیں۔ یہ ایسا زبانی اسلوب ہوتا ہے جو کسی ملک کے سرکاری، غیر سرکاری تعلیمی اداروں میں اپنایا جاتا ہے۔ اخبارات، ذرائع ابلاغ اور رسمی محفلوں میں یہی زبان استعمال کی جاتی ہے۔ ”یہ زبان کی توسیع و تہذیب کا مرکز ہو“ یعنی یہ ایک غالب زبان ہے۔ اس میں قواعد، الفاظ اور رسم الخط کی درستی کا بڑا خیال کیا جاتا ہے۔ چنانچہ دنیا بھر میں افراد کو ”معیاری زبان“ کی ترغیب دی جاتی ہے۔ اردو میں ”فصاحت“ اور ”بلاغت“ کی کتابیں معیاری زبان اور ادب کی تعلیم کے لیے لکھی جاتی تھیں۔ مثلاً: حدائق البلاغت، مولف: شمس الدین، ۱۸۸۷ء۔ دستور الفصاحت، مولف: حکیم سید احمد علی خان کیتا لکھنوی، ۱۹۴۳ء۔ نیز اردو میں اس حوالے سے کئی لغات مرتب کی گئی ہیں:

☆ تنقیح اللغات، مولف: سید ضامن علی جلال لکھنوی، منشی نول کشور، لکھنؤ، ۱۸۷۳ء

☆ رسالہ تصحیح اللغات موسوم باسم تاریخی اصلاح ضروری، مولف: مولوی رفیع احمد، نظامی پریس، بدایوں، ۱۹۲۹ء

☆ تصحیح الاغلاط، مولف: میر احمد علی خان ادیب حیدرآبادی، نیشنل پرنٹنگ پریس، حیدرآباد (دکن)، ۱۹۶۴ء

اس سلسلے میں اس کا اخیر نمونہ، ڈاکٹر شمس الرحمن فاروقی (۱۹۳۵ء-۲۰۲۰ء) کی لغاتِ روزمرہ، اردو میں زبان کے غیر معیاری استعمالات کی فہرست کی تنقید ہے۔ (پہلی اشاعت: ۲۰۰۳ء)^۲
ب۔ ”غیر معیاری یا غیر مستند“ اردو زبان میں ہم اسے ”نکسال باہر“ بھی کہتے ہیں۔ یہ ایک ایسا زبانی

* مصنف و محقق، تہران یونیورسٹی، مقیم تہران

انیسویں صدی کی اردو لغات: غیر معیاری اسالیب زبان

لیلیٰ عہدی خجستہ

اسلوب ہے جو روزمرہ زندگی، عام گفتگو، گلی کوچوں میں اپنوں اور دوستوں کے ساتھ بلا تکلف استعمال کیا جاتا ہے۔ اس اسلوب میں عام طور پر محاورات اور عامیانہ بول چال سے زیادہ کام لیا جاتا ہے۔ ”بازاری زبان“، ”عامیانہ زبان“، اور ”گنوازی زبان“ اس کے دائرہ تعریف میں شامل ہے۔

اس مضمون میں انیسویں صدی کی اردو لغات میں غیر معیاری زبان کا جائزہ لیا جائے گا۔ اس سے پہلے اس دور میں ”معیاری زبان“ کے تصور کے بارے میں گفتگو کی جائے گی۔

انیسویں صدی کی اردو لغات میں ”معیاری زبان“ کا تصور

اہل زبان

دریائے لطافت (۱۲۱۷ ہجری / ۱۸۰۲ء) میں زبان دانی کی چار شرطیں بتائی ہیں: (ص ۵۲)

(۱) شخص کے والدین، دار الخلافہ کی خاک پاک سے ہوں (۲) اردو دانوں کی صحبت اٹھائی ہو (۳) اردو کی تحصیل و تحقیق میں اس کا شغف ہو (۴) تیز ذہن اور طبع و قادر کھتا ہو۔

ہندوستانی مخزن المحاورات (۱۳۰۴ ہجری / ۱۸۸۶ء) میں ”اہل زبان“ کی تعریف میں یوں لکھا ہے: (ص ۷)

کسی جگہ کی زبان کا اہل زبان، صرف اس شخص کو کہتے ہیں جو اس زبان کے لغتوں کے معنی و تلفظ، اصطلاحوں اور محاوروں سے کامل واقفیت رکھے۔ یہ بات بغیر وہاں پیدا ہوئے اور مدت تک اس کو اپنا وطن بنائے اور ساتھ ہی وہاں کی مادری زبان لکھے پڑھے اور اس کے علوم و فنون حاصل کیے بہ غیر کسی طرح نصیب نہیں ہو سکتی۔ گو وہاں کا ہر آدمی، اپنے تئیں اہل زبان خیال کرتا ہے۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ ایک ملک کا آدمی، دوسرے ملک کی زبان کا اہل زبان نہیں ہو سکتا۔ گو، اس زبان کا عالم و فاضل کیوں نہ ہو جائے۔

امیر اللغات (۱۳۰۹ ہجری / ۱۸۹۲ء) میں اہل زبان کی خصوصیت یہ بتائی گئی ہے: (جلد ۲، ص ۲۹۷)

۱۔ وہ شخص جس کی زبان مادری اس سرزمین کی ہو جو زبان کے لیے مستند مان لی گئی ہو جیسے ہندوستان میں دلی اور لکھنؤ کے لوگ ۲۔ شاعر، زبان کا ماہر۔

فرہنگ آصفیہ (۱۳۰۶ ہجری / ۱۸۸۸ء) میں اس کی تشریح میں یہ لکھا گیا ہے: (جلد ۱، ص ۳۳۰)

زبان داں اور وہ آدمی جن کے ماں باپ کی بولی ہو۔ مادری زبان جاننے والا۔ شاعر۔ وہ شخص جس کی زبانی واقفیت مسلم الثبوت ہو۔ زبان کا ماہر۔ استاد

یعنی انیسویں صدی میں ”اہل زبان“ ہی کو مستند اور فصیح سمجھا جاتا تھا۔ اس دور میں دہلی اور لکھنؤ والوں کی

زبان کو نکسال کا درجہ حاصل تھا۔ مولانا الطاف حسین حالی (۱۸۳۷-۱۹۱۳ء) نے اردو لغت نویس کے لیے دو ضروری شرطیں قائم کی تھیں: پہلی وہ ترجیحا دہلی کا ہو۔ دوسری وہ مسلمان ہو: ”کیوں کہ خود دہلی میں بھی فصیح اردو

انیسویں صدی کی اردو لغات: غیر معیاری اسالیب زبان

ایلیٰ عہدی فحشہ

صرف مسلمانوں ہی کی زبان سمجھی جاتی ہے۔ ہندوؤں کی سوشل حالت اردوئے معلیٰ کو، ان کی مادری زبان نہیں ہونے دیتی۔“

زیر تحریر مضمون میں انیسویں صدی کی یک زبانی لغات کا یہاں جائزہ مقصود ہے۔ دوسری لغات موقع کی مناسبت سے بحث کو آگے بڑھانے کے لیے شامل ہوں گی۔ اس کے بعد لغات کے یہ اختصارات مد نظر رکھے گئے ہیں:

[شمس البیان] شمس البیان فی مصطلحات الہندوستان ☆ [رسالہ قواعد] رسالہ قواعد صرف و نحو اردو ☆ [نوائے مخزن] فوائد ☆ [لطافت] دریائے لطافت ☆ [آصفیہ] فرہنگ آصفیہ ☆ [مخزن] ہندوستانی مخزن المحاورات ☆ [سرمایہ زبان] سرمایہ زبان اردو یعنی تحفہ سخنوران

[پلیٹس] A Dictionary Of Urdu classical Hindi and English

[شیکسپیر] Urdu-English and English-Urdu Dictionary

[فارلس] English-Urdu Dictionary

[فیلن] A New Hindustani-English Dictionary

نکسالی زبان

نکسال کے لغوی معنی ”دارالضرب“ کے ہیں یعنی وہ جگہ جہاں ملک بھر کے لیے سٹے ڈھلتے ہیں تاکہ اہل ملک، اپنے اپنے غیر متفق علیہ و متفاوت سکوں میں لین دین کی زحمت سے بچ جائیں اور ان معیاری مرکزی اور معینہ سکوں کو اپنی ضروریات کے لیے استعمال کریں۔ اس دور میں وہ زبان جو: (۱) شاہی دربار میں استعمال کی جاتی تھی اور (۲) ادب، شعر اور انشا کی زبان بننے کے قابل ہوتی تھی لوگ اسے ”نکسالی“ زبان سمجھتے تھے۔ ملاحظہ کیجیے کہ درج ذیل لغات نے ”درباری زبان“ اور ”نکسالی زبان“ کو کس انداز میں تشریح کی ہے؟

درباری زبان: دربار کی بولی، شائستہ یا فصیح زبان، کھری بولی (فوائد، ص ۴۵۱)

نکسالی بولی (زبان): صاف و شستہ زبان، عمدہ محاورے، فصیح اور مستند زبان، کھری بولی (فوائد، ص ۳۴۸)

نکسالی بولی (زبان): مانی ہوئی اور فصحا و اہل زبان کی تسلیم کی ہوئی زبان، زبان فصیح، مستند زبان (آصفیہ، جلد ۲، ص ۱۰)

tasksali zaban: pure language; good idiom; true coinage of the mint (Fallon, p 445)

ایسی جگہ کی زبان، مستند سمجھی جاتی تھی اور وہاں کے ادبا کو اہل زبان سمجھا جاتا تھا۔ جب کسی لفظ یا عبارت کو نکسال سے باہر قرار دیا جاتا تھا تو اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ اس کو اہل زبان کی تائید حاصل نہیں:

انیسویں صدی کی اردو لغات: غیر معیاری اسالیب زبان

لیلیٰ عہدی فحیمہ

ٹکسال باہر: (۱) ایسا سکھ جو ٹکسال میں نہ باہر ہو (۲) کلام یا محاورہ جسے اہل زبان نہ بولتے ہوں، متروک الاستعمال، غیر مروج، غیر معتبر، غیر مستند (۳) ایسا شخص جو، کسی فن یا ہنر میں کسی استاد کا شاگرد نہ ہو، اتائی بن استاد (مسخن، ص ۳۴) ٹکسال باہر: وہ روپیہ خواہ اشرفی جس کا سکھ دار الضرب سے خارج ہو، اور کنایہ اُسے بھی کہتے ہیں جو، کسی علم و فن میں پیر اور شاگرد، کسی استاد معتبر نہ ہو۔ (سرماہ زبان، ص ۱۱۶)

ٹکسال باہر: غیر معتبر، غیر مروج، غیر مستند، متروک، وہ محاورے جو اہل زبان نہ بولتے ہوں (آصفیہ، جلد ۲، ص ۱۰)

taksal-bahar: unidiomatic, obsolete (Fallon, p 445)

چنانچہ اس دور کی لغات میں بعض اندراجات کے سامنے ”ٹکسال باہر“ تحریر کیا جاتا تھا۔ مثلاً: گونیاں: یہ اصطلاح پورب والوں کے یہ محاورے میں بیگمات کے نہیں۔ اس واسطے یہ لفظ ٹکسال سے باہر ہے اور بیگمات قلعہ معلیٰ شاہ جہاں آباد کے نزدیک معیوب ہے۔ لیکن اب ہنسی کی راہ سے اکثروں کی زبان پر آ جاتا ہے۔ البتہ وہ باعثِ سند کا باہر والوں کے ہے۔ مگر اس نام سے مراد یہ ہے کہ اکثر آپس میں چپٹی کھیلنے والوں کے ایسے رشتے ہوتے ہیں۔ (فوائد، ص ۳۶۸)

الغرض اہل زبان ہونے کی تین شرطیں تھیں:

(۱) شہر وہ بھی بڑے جہاں زیادہ تر درباری، امیر، شریف اور تعلیم یافتہ لوگ رہتے ہیں۔ بقول معروف: کلام الملوک ملوک الکلام (بادشاہوں کا کلام، کلاموں کا بادشاہ ہوتا ہے)۔ اس دور میں ایسے شہر صرف ”دہلی“ اور ”لکھنؤ“ مانے جاتے تھے۔ (۲) زبان کے قواعد (صرف ونحو) اور ادب (علم عروض، علم بدیع، علم معانی، صنایع ادبی وغیرہ) پر عبور ہونا۔ (۳) مسلمان ہونا۔ اور ”ٹکسالی زبان“ سے مراد ایسی زبان جو: (۱) رائج الوقت ہو یعنی متروک نہ ہو (۲) قواعد کی غلطی نہ ہو (۳) اس کی سند، اہل زبان سے مل جائے۔ چنانچہ ایسے افراد کی زبان ”ٹکسالی زبان“ مانی جاتی تھی اور انیسویں صدی کی اردو لغت نویسی میں ان کو مختلف اصطلاحوں سے مستند قرار دیا جاتا تھا: ”اہل تحقیق“، ”محققین“، ”ثقافت“، ”ارباب“، ”فصحا“، ”اہل تدقیق“، ”خواص“، ”اساتذہ“، ”جمہور“ (بمعنی اکثریت): آبشورہ: بلا اضافت آب بمعنی افشرہ۔ میر حسن نے ایک جگہ قصیدے میں کہا ہے اور کہیں نظر سے نہیں گزرا وہ آبشورے اناردان کے اور لیو کے / وہ کورے لوٹے دھرے شربتوں سے مالا مال۔ مگر اہل تحقیق اس کو صحیح نہیں جانتے اور ”افشرہ“ ہی بولتے ہیں (امیر اللغات، جلد ۱، ص ۲۰)

زرا: ایک کلمہ [لفظ] ہے کہ لفظ اندک و قلیل کے معنی کا فائدہ دیتا ہے اور جو، اس لفظ کو ذال معجمہ سے لکھتے ہیں مولف بیچ مدان کے عندیہ میں خطا پر ہیں کیوں کہ ذال معجمہ کا وجود جب فارسی میں بعض محققین کے نزدیک نہیں ہے تو کلمات [الفاظ] ہندیہ میں کیوں کر مسلم رکھا جائے گا (سرماہ زبان، ص ۲۰۷)

انیسویں صدی کی اردو لغات: غیر معیاری اسالیب زبان

علیٰ عابدی فحشہ

آدمی ہو یا بے دال کے بودم: یہ اور اس کے بعد کا محاورہ عوام کی بول چال ہے ثقافت کی زبان نہیں ہے۔ (امیر اللغات، جلد ۱، ص ۷۹)

آگ پھونکنا:۔۔۔ مگر فصحاء لکھنؤ اس جگہ ”آگ لگائی ہوئی“ زیادہ بولتے ہیں۔ البتہ بعض ارباب دہلی سے دریافت ہوا کہ وہاں بے تکلف بولتے ہیں (ایضاً، ص ۱۵۰)

آداب کرنا: اب یہ استعمال فصحاء کے خلاف ہے (ایضاً، ص ۷۳)

آزادہ:۔۔۔ بعض اہل تدقیق یہ فرق تجویز کرتے ہیں کہ ”آزاد“ وہ ہے جس کی رہائی دوسرے کے اختیار میں ہو جیسے: لونڈی، غلام اور ”آزادہ“ اسے کہتے ہیں جس کی رہائی خود اس کے ہاتھ میں ہو۔ جیسے: خواہش نفس سے آزادہ (ایضاً، ص ۹۷)

آنہ رکھنا: یہ محاورہ قدیم ہے لکھنؤ میں اس جگہ عوام ”دل میں اٹیٹھ رکھنا“ اور خواص ”بل رکھنا“ بولتے ہیں (ایضاً، ص ۱۸۵)

عمرت: گیتوں میں اور بول چال میں تو، اس کے اعراب اسی طرح ہیں جس طرح کہ ہم نے دیے ہیں۔ ہندی ڈکشنریوں سے بھی یہی ثابت ہے۔ مگر بعض اساتذہ نے رائے مہملہ کے ساتھ استعمال کیا ہے۔ چنانچہ حضرت رنگین کا شعر سند اورج کیا جا تا ہے: (آصفیہ، جلد ۳، ص ۶۵)

گھائل: سوا معنی معروف یعنی زخمی اور مجروح کے پتنگ یعنی کاغذ بادی کے اک رنگ کا بھی نام ہے دم بدم پڑتی ہے اے ناخ جو شمشیر نگاہ / جو پتنگ اُس نے اڑایا بس وہ گھائل ہو گیا۔ تنبیہ۔۔۔ جناب شیخ امداد علی بحر مغفور کہ ارشد تلامذہ میں سے جناب شیخ ناخ مرحوم کے تھے وہ اس لغت کو یائے تحتانی کے فتح سے صحیح فرماتے تھے اور ”صندل“ و ”نخل“ وغیرہ کے قافیہ میں لاتے تھے۔ چنانچہ اُن کے کلام میں ”گھائل“، ”صندل“ اور ”نخل“ وغیرہ کے قافیہ میں موجود ہے جس کا جی چاہے دیوان میں اُن کے دیکھ لے۔ لیکن اتفاقاً جمہور فصحاء لکھنؤ کا لغت مذکور میں یائے تحتانی کے کسرہ ہی پر ہے۔ یعنی کسور ہے پڑھتے ہیں اور ”دل“ و ”نسل“ کے قافیہ میں لاتے ہیں (سرمایہ زبان، ص ۲۷۸)

چنانچہ لغت نویس انہی معیارات کے مطابق اندراجات کے سامنے ”کسال“ یا ”کسال باہر“ / ”صحیح“ یا ”غلط“ / ”فصح“ یا ”غیر فصیح“ لکھ دیتے تھے:

گھسٹنا: کسی کا یا کسی چیز کا کسی طرف کو کھینچ جانا۔ تنبیہ۔ اس لفظ کو حرف اول کے کسرہ اور حرف دوم کے فتح سے بولنا، مولف کے نزدیک غیر ہے۔ (سرمایہ زبان، ص ۲۸۱)

ہاتھ:۔۔۔ یہ لغت بدون ہائے مخلوط التلفظ کے بھی جو بعدتے کے ہی بولا جاتا ہے۔ یعنی: ”رات“، ”لات“ وغیرہ کے قافیہ میں بھی آتا ہے۔ لیکن ہائے مخلوط التلفظ کے ساتھ اس کو پیشتر بولتے ہیں اور رائج بھی یہی ہے (سرمایہ زبان، ص ۳۳۰)

آنکھیں سرخ کرنا: (کسال باہر) دیکھو آنکھ سرخ کرنا: غصہ کرنا، خفا ہونا۔ اب کم بولتے ہیں (آصفیہ، جلد ۱، ص ۲۹۴-۲۹۶)

پیرا: بول چال میں ”پیرا“ زیادہ مستعمل ہے مگر صحیح پیرا ہے (آصفیہ، ج ۱، ص ۴۵۱)

تلاشی: جو بندہ، جستجو کنندہ، ڈھونڈنے والا۔ لفظ ”متلاشی“ اسی معنی میں غلط ہے (ایضاً، ص ۴۹۲)

آبادان: یہ اگلی زبان ہے اب فصیح نہیں سمجھی جاتی (امیر اللغات، ج ۱، ص ۲۶)

آفت جوتنا:۔۔۔ یہ محاورہ فصحاء کے استعمال میں کم ہے (امیر اللغات، ج ۱، ص ۱۳۴)

انیسویں صدی کی اردو لغات: غیر معیاری اسالیب زبان

لیلیٰ عابدی نجمتہ

مستشرق لغت نویس، لفظ کے ٹکسالی (فصح) ہونے کے بارے میں کوئی تبصرہ نہیں لکھتے تھے۔ اتفاق سے وہ زیادہ تر عام بول چال کے الفاظ شامل کرتے تھے۔ وہ الفاظ کے غیر معیاری تلفظ، املا یا معنی اندراج کرتے تھے اور اس کے سامنے لکھتے تھے کہ یہ لفظ، اپنے معیاری تلفظ یا املا کا corruptly (corr=corrupted) corruption=corr یا properly ہے۔ مثلاً:

مزور: corr of (Shakespeare, p1615)

ارت (corruption for arth) (Forbes, p27)

برت: britt, corrupt bat (Forbes, p170)

پھیرانا: phirana (the correct form) (Platts)=pherana

امن: amn, vulgar: aman (Platts)

ایزاد: corr of Ziyada (Platts)

نیز بعض اوقات ایسے اندراجات کے سامنے incorrectly کا تبصرہ لکھتے تھے۔ مثلاً:

بھٹہ: Incorrectly bhatta: (Platts)

بندوار: bandhan-war (Platts) word is sometimes incorrectly written

اقرہ: corrupt of اقربا (Forbes, p113)

باکلا: bakla (properly bakila) (Forbes, p202)

ارداس: Perhaps a corruption of عرض داشت (Forbes, p66)

البتہ یہ طریقہ مقامی لغت نویسوں کے ہاں بھی اپنایا جاتا تھا۔ مثلاً:

دقان: ... لفظ ”دفع“ میں تصرف کر کر بنایا ہے (رسالہ قواعد، ص ۱۴۸)

خطرے میں نہ لانا: یہ ”خاطر میں نہ لانے“ کا بگاڑ معلوم ہوتا ہے (محزن، ص ۴۴۱)

خلطہ: ”خریطہ“ کا بگڑا ہوا لفظ ہے (آصفیہ، جلد ۲، ص ۲۰۳)

رہٹ: انگلش رپورٹ کا بگڑا ہوا لفظ ہے (آصفیہ، جلد ۲، ص ۳۵۰)

اجیٹن: ”ایڈجوٹنٹ“ انگریزی لفظ سے بگڑ کر بنا ہے، فوجی افسر (امیر اللغات، جلد ۲، ص ۷۷)

الغرض اس دور میں لغت نویس ”اہل زبان“ اور ”ٹکسال“ سے وابستہ الفاظ و عبارات ”فصح“ اور ”قابل

درج“ سمجھے جاتے تھے ورنہ انھیں ”غیر اہل زبان“ اور ”ٹکسال سے باہر“ قرار دیتے تھے۔ چنانچہ ایسے لغت

نویس یا ایسے الفاظ کو شامل نہیں کرتے یا شامل کر کے ان کے سامنے تبصرہ لکھ دیتے تھے۔ مندرجہ ذیل نقشوں

کو ملاحظہ کیجیے گا:

الف۔ مقامی لغت نویس

تبصرہ	رسالہ قواعد صرف و نحو اردو	محزن فوائد	بہار ہند	امیر اللغات	فرہنگِ آصفیہ	ہندوستانی محزن الحادرات
ٹکسال/ٹکسال باہر	نہیں	نہیں	نہیں	نہیں	بہت	نہیں
فصح / غیر فصیح	نہیں	نہیں	نہیں	فصحا بولتے ہیں / فصحا نہیں بولتے	بہت	نہیں
صحیح / غلط	نہیں	x	نہیں	نہیں	بہت	نہیں
... کا بگاڑ	ندرتاً	نہیں	نہیں	ندرتاً	بہت	ندرتاً

ب۔ مستشرق لغت نویس

تبصرہ	ٹیکسپیر کی لغت	فارلس کی لغت	فیلن کی لغت	پلیٹس کی لغت
ٹکسال/ ٹکسال باہر	نہیں	نہیں	نہیں	نہیں
فصح / غیر فصیح	نہیں	نہیں	نہیں	نہیں
صحیح / غلط	نہیں	نہیں	نہیں	نہیں
correctly / properly	ندرتاً	بہت	ندرتاً	ندرتاً
corrupt of ...	ندرتاً	بہت	بہت	بہت

انیسویں صدی کی لغات میں غیر معیاری زبان کا مطالعہ

اس دور میں جو الفاظ ”اہل زبان“ استعمال نہ کریں ان کو ”ٹکسال باہر“ (غیر معیاری) قرار دیتے تھے اور ایسے الفاظ کو ”غیر فصیح“ سمجھتے تھے۔ اس دور کے لغت نویس بعض اندراجات کو غیر معیاری (ٹکسال سے باہر) سمجھتے تھے جن میں کچھ خاص گروہوں کی زبان (نچلے طبقے کے پیشے والے اور خفیہ گروہ)، بازاری زبان، عوام کی زبان اور گنواہری زبان شامل ہوتے تھے۔ اب ان اصطلاحات پر روشنی ڈالی جائے گی۔ اس دور کی لغت نویسی پر بات کرنے سے پہلے ”اہل زبان“ اور ”ٹکسالی“ کی اصطلاحیں واضح ہونی چاہئیں۔

۱۔ ٹولیوں کی زبان

معاشرے کے کچھ خاص گروہ اپنوں میں کچھ زبانیں بولتے ہیں جو صرف انھی سے وابستہ افراد میں سمجھی جاتی ہے اور دوسروں کے لیے ایک ناقابل فہم زبان ہے۔ انیسویں صدی میں کچھ ایسی زبانیں ملتی ہیں جنہیں ”ٹولیوں کی زبان“ کہہ سکتے ہیں اور اس میں تین ٹولیوں کو تقسیم کر سکتے ہیں:

الف۔ ایسی ٹولی جو مزاح اور تفریح کے لیے آپس میں زبانیں ایجاد کرتے تھے۔ راقم الحروف نے اس ٹولی کی زبان کو ”ایجاداتی زبان“ کا عنوان دیا ہے۔

ب۔ ایسی ٹولی جو، کام چھپانے کے لیے آپس میں کوئی خاص زبان استعمال کرتے تھے۔ راقم الحروف نے اس ٹولی کی زبان کو ”خفیہ زبان“ کا عنوان دیا ہے۔

ج۔ ایسی ٹولی جو پیشہ اور حرفت کے اعتبار سے خاص الفاظ و عبارات (یعنی اصطلاح) استعمال کرتے تھے۔ راقم الحروف نے اس ٹولی کی زبان کو ”حرفتی زبان“ کا عنوان دیا ہے۔

یہ تینوں زبانیں ایک طرح، کوڈ زبان تھی۔ یعنی صرف اپنے حلقے، جماعت اور پیشے میں بولی اور سمجھی جاتی تھی۔ یہ تینوں عارضی زبانیں تھیں۔ فرق ان میں یہ تھا کہ ”ایجاداتی زبان“ کو عام لوگ زیادہ تر مزاح اور تفریح کے لیے استعمال کرتے تھے۔ ”خفیہ زبان“ کو جرائم پیشہ افراد کسی کام کو دوسرے افراد سے چھپانے کے لیے استعمال کرتے تھے اور اس میں اشاروں سے زیادہ کام لیا جاتا تھا۔ ”حرفتی زبان“ کو کام کی نوعیت کی بنا پر اصطلاحات اختیار کی جاتی تھیں۔

۱-۲ ایجاداتی زبانیں

اس میں عکسالی الفاظ کے حروف کے شروع یا بیچ میں کوئی نہ کوئی حروف اضافہ کرنا چناں چہ اگر یہ اضافی حروف ہٹائے جائیں وہی عکسالی الفاظ رہ جائیں گے۔ دریائے لطافت میں اپنے دور کی ایجاداتی زبانوں کے بارے میں لکھا ہے: ”دہلی والوں نے کئی سہانی زبانیں اختراع کی ہیں جن میں وہ باہم گفتگو کرتے ہیں جنہیں سن کر اور لوگ، جو نہیں جانتے تعجب میں رہتے ہیں“ (ص ۵۴-۵۶)

الف۔ زرگری زبان^۵

کسی شہر کی زبان نہیں۔ اس میں ہر دو حرفی کے بیچ میں ’ز‘ بڑھا دیتے ہیں۔ بعض یہ کرتے ہیں کہ اس کو اصل اور دوسرے حروف ’تجی کو‘ ز کی جگہ لفظ میں داخل کرتے ہیں۔ مثلاً ”آز اج مزیر زاجزی یزوں چڑا ہتر اہرے کہ

لیلیٰ عبدی نجسته

بڑی گزن نزا کزے گھرے رجزا کزے تزک دزل بزہ لزا و زوں “یعنی: [آج میرا جی چاہتا ہے کہ بی گنا کے گھر جا کے
تک دل بھلاؤں] (دریائے لطافت، ص ۵۵)

مسخن فوائد (ص ۲۶۹) اور فرہنگِ آصفیہ (جلد ۱، ص ۶۷) میں بھی ”زرگری زبان“ کے ذیل میں یہی تشریح لکھی گئی ہے۔

زرگری: بنائی ہوئی زبان کہ جس میں ایک گروہ خود ہی باہم گفتگو کرے اور خود ہی باہم سمجھے اور دوسرا اس زبان کو نہ سمجھے اور وہ ایسے کلمات [الفاظ] ہوتے ہیں کہ ہر کلمہ [لفظ] میں بعد حرف زائے مجملہ لاتے ہیں اور کتنا یہ ہے امر پوشیدہ سے بھی۔
 سرمایہ زبان (ص ۲۰۷)

زرگری: ایک زبان کا نام ہے کہ ایجادِ اہل ہند ہے۔ کھت صرف زرِ سخن سے ہے حاصل تو نگری / کرتا نہیں کلام کوئی غیر زرگری۔
(مصطلحاتِ اردو، ص ۲۵۱)

ب۔ مقلوب زبان

ایک اور بولی ہے جو الفاظ کی تغلیب سے بنائی جاتی ہے۔ مثلاً: ”ریتی بس تائیں ٹوہج کھیندی۔“ یعنی: [تیری سب باتیں جھوٹ دیکھیں] (دریائے لطافت، ص ۵۵)۔ فرہنگِ آصفیہ (جلد ۱، ص ۶۸) میں بھی ”مقلوب زبان“ کے بارے میں یہی تعریف لکھی گئی ہے۔

ج۔ بکیتی زبان

ایک اور بولی ہے جسے ’کبنی‘ کہتے ہیں۔ اس میں ہر دو حرف کے درمیان ’کبن‘ ڈال دیتے ہیں۔ ”یہ زبان، حضرت ظل سبحانی شاہ عالم بادشاہ غلد اللہ ملکہ کی ایجاد ہے“ مثلاً: (دریائے لطافت، ص ۵۵)

”کبنا لپکبنی کبکبنی مکنضر کبنی ہبکنت خبکنبوب ہبکنبو تیکبنی ہبکنبے۔“ یعنی: [کاپلی کی مصری خوب ہوتی ہے۔]

”یہ بولی حضرت شاہ عالم بادشاہ کے ایام طفولیت کی یادگار تھی“ (آصفیہ، جلد ۱، ص ۶۸)

د کشتولی زبان

سید احمد دہلوی نے ایک اور خفیہ زبان: ”کشتولی زبان“ کی جانب اشارہ کیا ہے۔ ”یعنی ہر ایک کلمہ [لفظ] کے اولیں حرف کے نام کے بعد کشتولی تین پلاشہ لگا کے دوسرے حرف کے نام پر کشتولی شے جاتے تھے۔“ مثلاً: (آصفیہ، جلد ۱، ص ۶۸)

ت لکشولی تین پلاشه م کشولی ماشه چ کشولی تین پلاشه ل کشولی ماشه د کشولی تین پلاشه و کشولی ماشه۔“
یعنی: [تم چل دو!]

انیسویں صدی کی اردو لغات: غیر معیاری اسالیب زبان

بلیا عبدی خٹہ

ان کے علاوہ، سید احمد دہلوی نے ”فر فری“/”سر سری“/”چھپر“/”کھپریل“/”ٹکا“ کے جیسی خفیہ زبانوں کی طرف بھی اشارہ کیا ہے۔ (آصفیہ، جلد ۱، ص ۶۸)^۶

سید احمد دہلوی اپنے دور کی ایک اصطلاح کا نام لیتے ہیں: ”گڈامی“ (آصفیہ، ج ۴، ص ۲۴)

گڈامی جو تا: انگریزی جو تا، بوٹ

چنانچہ اسی انگریزی لفظ سے فائدہ اٹھا کر عام لوگ، انگریزوں کے خلاف استعمال کرنے لگے: (آصفیہ، جلد ۴، ص ۲۴)^۷

گڈامی بولی: (۱) انگریزی زبان کو اس وجہ سے بغیر معنی سمجھتے حقاقتاً کہنے لگے کہ وہ لوگ اکثر قلیوں وغیرہ کو ”گڈام“ کہہ کر خفگی ظاہر کیا کرتے ہیں پس انھوں نے جانا کہ انگریزی زبان میں اسی قسم اور لہجے کے الفاظ ہوتے ہیں (۲) کرشناؤں کی اردو، خراب انگریزی آمیز اردو۔

۱-۳ خفیہ زبان

اس حوالے سے معلومات بہت ہی کم ملی۔ ظاہری بات ہے کیوں کہ یہ زبان ٹولی کو محفوظ رکھتی ہے اور اس کے پھیلانے سے ان کے کام میں کامیابی نہیں حاصل ہوتی۔ خفیہ گروہوں کی زبان میں اس دور کے چوروں، ڈاکوؤں، نشہ بازوں اور مجموعی طور پر جرائم پیشہ افراد کی زبان شامل ہوتی تھی۔ اس حوالے سے اس دور کی لغات میں کچھ نہ کچھ معلومات ملتی ہیں۔ مثلاً:

آئے ہو تو گھرے چلو! ٹھگوں کی (مسخزن، ص ۱۱۱)

میٹھاٹھگ: ٹھگوں کے اس فرقہ کا آدمی جو میٹھا تیلیا کھلا کر مسافروں کو ہلاک کرتا اور لوٹ لیتا ہے۔ (آصفیہ،

جلد ۴، ص ۴۹۹)

اس سلسلے میں اردو کی واحد نمونہ لغت مصطلحاتِ ٹھگہ کی ہے جسے ۱۲۵۵ ہجری / ۱۸۳۹ء میں مرزا محمد علی اکبر الہ آبادی نے مرتب کیا اور کلکتہ سے شائع ہوئی۔ ۱۲۴۶ ہجری / ۱۸۳۰ء میں بنگال کے گورنر جنرل ولیم بینٹک نے ٹھگہ کو ختم کرنے کی ایک مہم تیار کی تھی جس کا سرپرست کیپٹن ولیم سلیم تھا۔^۸ اس مہم کے حوالے سے انھوں نے راماسینا کے نام سے ایک کتاب لکھی اور ٹھگوں کی زبان پر ایک فرہنگ تیار کر کے اس کتاب کے آخر میں شامل کی۔ مرزا محمد اکبر، اس سلسلے میں ان کے مددگار رہے۔ اس لغت کے مطالعے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ٹھگوں کی زبان میں بھاری آوازوں والے الفاظ (جیسے: تھ، ڈھ، ڈھ، ڈھ، گھ، گھ، گھ) بہت استعمال کیے جاتے تھے اور ان کی زبان میں قواعد کے حساب سے کثرت سے اسم اختیار کیے جاتے تھے اور ٹھگ اپنی بات میں ندرتاً فعل استعمال کرتے تھے۔ غالباً اس کی وجہ یہ ہوتی تھی کہ مختصر اور اشاراتی انداز میں بات سمجھائی جاتی تھی۔^۹

۱۔ حرفتی زبان

اس دور میں کچھ پیشے تحقیر آمیز نظروں سے دیکھے جاتے ہیں۔ مراد ایسے پیشے جن کا تعلق زیادہ تر بازاروں سے ہوتا تھا اور نچلے طبقے کے افراد ان حرفتوں میں ملازمت کرتے تھے۔ اس حوالے سے صرف اس دور کی لغت نویسوں کی رائے ملاحظہ کیجیے:

خلیفہ: وہ شخص جو کسی کا قائم مقام ہو، اور پسر استاد اور بمعنی حجام کے اور سوا حجام کے اوروں پر بھی جو پیشہ اور حرفہ رذیل کرتے ہیں جیسے درزی (رسالہ قواعد، ص ۱۴۴)

تیلی تنبولی: تیل اور پان بیچنے والی قوم۔ مجازاً ذیل قوم کے آدمی جیسے: چوڑھے چمار (آصفیہ، جلد ۱، ص ۶۵۴)
خلیفہ: ... (۳) حجام، نائی، درزی وغیرہ ادنیٰ پیشہ کرنے والے آدمیوں کو، ان کے خوش کرنے کی غرض سے کہتے ہیں (آصفیہ، جلد ۲، ص ۲۰۴)

کارستانی: (۱) چالاک، عیاری، سازش کار سازی، جوڑ توڑ (۲) استاد، ہوشیاری (۳) تدبیر (۴) نٹ کھٹی، شرارت، بدی، فتنہ انگیزی (یہ لفظ فارسی کارستان بہ معنی: کارخانہ، کارگاہ سے لیا گیا ہے۔ چوں کہ کارخانوں میں اکثر غیر مہذب لوگ ہوتے ہیں اور ان کے سبب سے دن بھر چالاکیاں اور بد معاشیاں، گالی، گلوچ وغیرہ رہتی ہے اس وجہ سے یہ معنی ہو گئے۔ (آصفیہ، جلد ۳، ص ۴۰۲)

تو، ان کی اصطلاحیں زبان غیر معیاری سمجھ کر کم تر لغات میں درج کی جاتی تھی۔

۲۔ ”بازاری“ لوگ اور ان کی زبان

غالب نے اپنے ایک خط کا (بنام منشی محمد ابراہیم خلیل) اس طرح آغاز کیا ہے: غالب کمینہ، بازاری، فرومایہ کا سلام^{۱۰}

۱۔۲۔ ”بازار“: لفظ کا مطلب اور تراکیب

بازار: (۱) ہاٹ، ہٹ۔ دوکانوں کے دو طرفہ ایک لمبی قطار، لین دین کی جگہ یعنی ٹھکانہ (۲) بکری، مانگ (۳) بھاؤ، نرخ (۴) ساکھ، پتہ، اعتبار (مسخن، ص ۱۲۶)

بازاری: of or appertaining to a market; market; ordinary, common, low, vulgar (Platts, p122)

بازاری: بازار کے متعلق، عام چیز، معمولی (۲) بازار میں بیٹھنے والا، عام (۳) بے اعتبار، شہدے، غیر معتبر، جھوٹی (مسخن، ص ۱۲۷)

بازاری: (۱) بازار سے نسبت رکھنے والا، عام، معمولی، مروج (۲) بازار کے بیٹھنے والے، اوباش، شہدے، بے اعتبار (آصفیہ، جلد ۱، ص ۳۵۲)

ترکیبیں

بازار دکھانا: (بازاری) کسی چیز کو بیچنے کے واسطے بازار میں لے جانا، کوڑے کرنا، چوک دکھانا (مخزن، ص ۱۲۶)

بازار کاروز: پٹنٹھ لگنے کا دن، سودا سلف خریدنے کا دن (ایضاً، ص ۱۲۶)
بازار کی مٹھائی: وہ چیز جس کو ہر شخص لے سکتا ہے۔ بے روک سودا، عام سودا، کسی رنڈی، کچنی (ایضاً، ص ۱۲۶)

بازاری بات (گپ) (خبر): جھوٹی بات، افواہ (ایضاً، ص ۱۲۷)
بازار کا چڑھنا: بازار تیز ہونا، یہ محاورہ اگرچہ فصحاے شہر کی زبان پر کم ہے مگر غلط نہیں مانا جاتا۔
لکھنؤ میں ”ڈنڈی چڑھنا“ زیادہ بولتے ہیں۔ (امیر اللغات، جلد ۳، ص ۶۵)
افواہ: (۱) بازاری خبر، آوارہ و غیر معتبر خبر (۲) مشتبہ خبریں۔ چرچا، گپ (آصفیہ، جلد ۱، ص ۱۸۷)

بازاری گپ: افواہ، ہوائی (آصفیہ، جلد ۱، ص ۳۵۲) / بھنگیر خانے کی گپ: بے سرو پاپات، غیر معتبر خبر،
بازاری گپ (ایضاً، ص ۴۴۴)

سگ بازار: عام کتا، لینڈی کتا (آصفیہ، جلد ۳، ص ۸۶)
کھلے بازار: سر بازار، بے خوف و خطر، کھلم کھلا (ایضاً، ص ۶۳۱)

اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ”بازار“ میں جو چیز یا شخص ہوتا ہے اسے جھوٹا اور غیر معیاری یعنی: گرا ہوا سمجھا جاتا تھا۔ لفظ ”بازاری“ شے اور شخص کے لیے استعمال کیا جاسکتا ہے اور یہ لفظ ”مرد“ یا ”عورت“ دونوں کی نسبت بھی بولا جاسکتا ہے۔

بازار کی مٹھائی: بازاری عورتیں (لطافت، ص ۱۵۹)

bazari admi: common people (Platts, 122)

bazari aurat: market woman, common woman, harlot (ibid)

بازاری عورت: عام عورت، رنڈی، کسی، پاتر پتر، کنجری (مخزن، ص ۱۲۷)
تاش: (۲) ایک گنجفہ کی وضع کا کھیل جو اکثر بازاری عورتیں کھیلتی ہیں (آصفیہ، جلد ۱، ص ۵۸۵)
چیر خندی: زن ہرزہ گرد و بازاری (سرمایہ زبان، ص ۱۴۵)
اگے ڈٹے کی خیر منانے والی: اس بازاری عورت سے مراد ہے جو راہ چلتے کو پھانس پھونس کے کچھ لے مرے (امیر اللغات، جلد ۲، ص ۱۹۴)

آشنا: ... بازاری عورت (بہار، ص ۹۹)

نیز بازاری عورتوں کی چند خاص اصطلاحات لغات میں درج کی گئی ہیں:

پارائنا (لنگھانا): (۵۔ بازاری۔ عو) کام تمام کرنا، مارڈالنا، قضیہ یا بکھیرا پاک کرنا (مخزن، ص ۲۲۸)

بوٹل والی: (بازاری۔ عو) شراب (آصفیہ، جلد ۱، ص ۴۱۹)

نکتہ: فیلن کی لغت میں ”بازاری“ اور ”بازاری آدمی“ کی تشریح اس طرح کی گئی ہے: (ص ۲۰۵)

1. بازاری: appertaining to the market; mercantile

2. current; prevalent; ruling 3. ordinary; usual; common; popular

2. bazari admi; Mah. Wom: hazari bazari common people; the swell mob

3. bazari aurat a market maid; a woman of a town; a common woman

یعنی اس لغت میں ”بازاری“ کا معنی شریفانہ الفاظ کے ذیل میں ہوتے ہیں۔ ملحوظ رہے کہ یہ فیلن کی آزاد خیالی کی بات ہے۔

۲۔۲ ”بازاری“ لفظ کے مترادفات

یہاں تک جو بات صاف صاف اور واضح نظر آتی ہے یہ کہ ”بازاری“ شخص کے بارے میں معاشرے میں بری نظروں سے دیکھا جاتا تھا اور انھیں ”غیر مہذب“ اور ”ناشائستہ“ طبقے میں شمار کیا جاتا تھا۔ خواہ: چال چلن، طریقہ معاش یا انداز بیان کے حوالے سے۔ چنانچہ ”بازاری“ شخص کے معنوں میں اس دور کی لغات میں یہ مترادف الفاظ بھی ملتے تھے:

اتر: (مخزن، ص ۲) / (آصفیہ، جلد ۱، ص ۸۴) / (فیلن، ص ۵) / پلٹس (ص ۳)

اوباش: (مخزن، ص ۱۹۷) / (آصفیہ، جلد ۱، ص ۳۰۸) / فیلن (ص ۱۷۰) / پلٹس (ص ۱۰۱)

آوارہ: (آصفیہ، ج ۱، ص ۳۰۴) / فیلن (ص ۱۶۹) / پلٹس (ص ۱۰۱)

فرہنگ آصفیہ میں ”آوارہ گردی“ کے ذیل میں یہ مثال دی گئی ہے: ”اس کا آوارہ گردی میں چالان ہو

گیا“ (جلد ۱، ص ۳۰۵)

بانکا: (لطافت، ۱۶۱) / (سرمایہ زبان، ص ۴۷) / (مخزن، ص ۱۳۴) / (آصفیہ، ج ۱،

ص ۳۶۰) / فیلن (ص ۲۱۵) / پلٹس (ص ۱۲۷)

چنانچہ اس سے ایک ترکیب بن گئی تھی: بانکا چور: طرار اور چالاک چور، پُر فن چور (ایضاً)۔ دریائے لطافت میں ان کے بارے میں لکھا گیا ہے: ”ہر مونٹ کو مذکر بولنا ان کی عادت اور طریقہ ہے چنانچہ ہماری بکری، کو ہمارا بکرا، کہتے ہیں“ (ص ۱۲۳) نیز اس حوالے سے ایک ضرب المثل معروف ہے: ”زبان شیریں ملک گیری، زبان ٹیڑھا ملک بانکا“ اس سے پتا چلتا ہے کہ ان کی زبان خلاف ادب (سلینگ) سمجھی جاتی تھی۔

- بد چلن: (مخزن، ص ۱۵۲) / (آصفیہ، جلد ۲، ص ۳۷۴) / فیلن (ص ۲۳۴) / پلٹس (ص ۱۳۹)
- بد راہ: (مخزن، ص ۱۵۲) / (آصفیہ، جلد ۲، ص ۳۷۵) / فیلن (ص ۲۳۴) / پلٹس (ص ۱۳۹)
- بد معاش: (مخزن، ص ۱۵۳) / (آصفیہ، جلد ۱، ص ۳۷۶) / فیلن (ص ۲۳۵) / پلٹس (ص ۱۳۹)
- بد معاش: بد چلن، او باش، او چکا۔ ہنسی کے طور پر شریہ بچے کو بھی کہتے ہیں (امیر اللغات، جلد ۳، ص ۱۲۵)
- امیر اللغات میں ”بھونکنا“ کے ذیل میں یہ مثال دی گئی ہے:
- ”بد معاش نے اس کے پہلو میں چھری بھونک دی“ (امیر اللغات، ج ۳، ص ۲۷۳) / ”شہر میں بد معاشوں کے ڈر سے سر شام کو اڑ بند ہو جاتے ہیں“ (ایضاً، ۱۲۵)
- بد وضع: (مخزن، ص ۱۵۴) / (آصفیہ، جلد ۲، ص ۳۷۶)
- پاجی: (مخزن، ص ۲۲۷) / آصفیہ (جلد ۱، ص ۳۶۳) / فیلن (ص ۳۲۶) / پلٹس (ص ۲۱۵)
- تماشا بین: (مخزن میں درج نہیں) / (سرماہ زبان، ص ۱۱۵) / (آصفیہ، جلد ۱، ص ۲۲۵) / فیلن (ص ۲۲۳) / پلٹس (ص ۳۳۶)
- رذالہ: (مخزن میں درج نہیں) / (آصفیہ، جلد ۲، ص ۳۵۵) / فیلن (ص ۷۰۰) / پلٹس (ص ۵۹۰)
- رند: (مخزن میں درج نہیں) / (آصفیہ، جلد ۲، ص ۳۷۰) / فیلن (ص ۷۰۹) / پلٹس (ص ۶۰۰)
- امیر اللغات میں ”بیچ کے گھڑے کی“ کے ذیل میں لکھا ہے: چو کھی اور خالص شراب سے رندوں کا کنایہ ہوتا ہے (امیر اللغات، جلد ۳، ص ۲۹۴)
- عیاش: (مخزن فوائد میں درج نہیں) / (آصفیہ، جلد ۳، ص ۴۳۹) / فیلن (ص ۸۵۶) / پلٹس (ص ۷۷۷)
- ان کی کچھ اصطلاحیں: اڑ جانا: (۸) عیاشوں کی ایک فحش اصطلاح (آصفیہ، ج ۱، ص ۱۵۲) / ٹھوکر: (۳)۔
- عیاش (ٹھیس، ٹکر، ہول) (آصفیہ، جلد ۲، ص ۲۱)
- غنڈہ: (مخزن فوائد میں درج نہیں) / (آصفیہ، جلد ۳، ص ۳۱۶) / فیلن (ص ۱۰۰۹) / پلٹس میں درج نہیں)
- کوچہ گردی کرنا: وہی تباہی پھرنا (مخزن، ص ۶۱۱) / (آصفیہ، جلد ۳، ص ۵۸۴) / فیلن (ص ۹۵۵) / پلٹس (ص ۸۶۰)
- لچا: (مخزن فوائد میں درج نہیں) / (آصفیہ، جلد ۳، ص ۱۸۱) / فیلن (ص ۱۰۴۱) / پلٹس (ص ۹۵۳)
- لوٹی: (مخزن فوائد میں درج نہیں) / (آصفیہ، جلد ۴، ص ۲۲۳) / فیلن (ص ۱۰۵۴) / (پلیٹس ۹۶۸)
- فرہنگِ آصفیہ میں ان کی کچھ خاص اصطلاحیں لکھی گئی ہیں:
- اڑنا: (۲) لوٹیوں کی ایک فحش اصطلاح (آصفیہ، جلد ۱، ص ۱۵۲) / چیسنا: خوش وضع امر، گبرو
- جوان (لوٹی) (آصفیہ، جلد ۲، ص ۱۵۱)

رسید کرنا: (۱۔ بازاری) لگانا، مارنا، جڑنا (۲۔ لوطی) پہنچانا، دخول کرنا (آصفیہ، جلد ۲، ص ۳۵۹)

۲۔ شہدہ

سید احمد دہلوی نے فرہنگِ آصفیہ کے مقدمے میں ”رموز لغات“ کے ذیل میں ”بازاری“ سے: ”اوباش وضع یا شہدوں، لچوں کا محاورہ“ مراد لیا ہے۔ (جلد ۱، ص ۱۷) اب دیکھیں کہ شہدہ لوگ کون تھے؟

دریائے لطافت میں ”شہدوں“ کی تعریف میں لکھا گیا ہے کہ: (ص ۱۶۹)

شہدہ وہ شخص ہے جو سر اور پیر ننگا ہو اور لوگوں کا بوجھ سر اور کندھے پر اٹھاتا ہے۔ وہ ہر فرقے کے لوگوں کا کام کرتا ہے اور مزدوری کی اجرت کے سوا اور کسی چیز سے واسطہ نہیں رکھتا۔ اگر لاکھ روپے اشرفیاں یا جوا ہر کے عدد ایک سونے مکان میں رکھے ہوں اور شہدہ وہاں اکیلا جائے، حالانکہ کوئی نگہبان بھی نہ ہو تو شہدہ کسی چیز کو ہاتھ نہ لگائے گا۔ ان لوگوں کے جتنے شہر کی جامع مسجد کے قریب خصوصاً چاؤڑی میں ملتے ہیں۔ بلکہ شہدہ کا کمال یہ ہے کہ اسے جامع مسجد کا شہدہ کہیں۔ یعنی جماعت مسجد کا شہدہ۔

شہدہ: بے نام و ننگ (رسالہ قواعد، ص ۱۶۵)

اللہ والے: وہ آدمی جو مادر پدر آزاد اور رند، قلاش اور اوباش ہوتے ہیں وہ شہدے بھی کہلاتے ہیں

(فوائد، ص ۲۸)

شہدہ: مرد بازاری و بد وضع کو کہتے ہیں (سرمایہ زبان، ص ۲۲۵)

اللہ والا: (۱) شہدوں کا لقب (۲) فقیر، در یوزہ گر، مگلتا (فرہنگِ آصفیہ، جلد ۱، ص ۲۱۹)

اور ان کے بارے میں مزید معلومات: (ایضاً، جلد ۳، ص ۱۹۵)

ایک فرقہ ہے جو اکثر ننگے سر، ننگے پاؤں رہتا اور شادیوں میں دلہن کا پلنگ اٹھاتا ہے۔ جب کسی مردے کو دور لے جاتے ہیں تو وہ بھی انھیں کے سپرد ہوتا ہے۔ جیسا یہ فرقہ گالی گلوچ میں مشہور ہے ویسا ہی دیانت دار بھی ہے۔ اول درجے کے شہدے وہ ہیں جو دہلی کی جامع مسجد پر بیٹھتے رہتے ہیں۔ ان کی عورتیں بھی کمانے میں شریک اور گالی گفتار میں یدِ طولی رکھتی ہیں۔ شہدہ ان لوگوں کا نام دو وجہ سے مشہور ہوا۔ اول: تو یہ کہ ان لوگوں کو بات بات پر ”نبی جی“ وغیرہ کی قسم کھانے کی عادت ہوتی ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ شاید جھوٹی گواہی دینے سے بھی انھیں انکار نہیں ہوتا۔۔۔“

یعنی قریباً اسی دور تک ایسے اشخاص کو ”شہدہ“ کہا جاتا تھا جو:

- محنت مزدوری کرتے تھے۔ مالی لحاظ سے غریب اور مفلس لوگ تھے۔ عام طور پر ان کا کوئی گھر بار نہیں تھا اور ان کی شرافت اور ایمان داری مشہور تھی۔ جب کہ رفتہ رفتہ (غالباً ۱۸۷۵ء کے آس پاس) ”شہدہ“ کے معانی بدل گئے اور بد معاش اور ناجائز کار و بار کرنے والوں کو بھی اسی نام سے بلانے لگے۔ چنانچہ فرہنگ

انیسویں صدی کی اردو لغات: غیر معیاری اسالیب زبان

لیلیٰ عیدی خجستہ

آصفیہ میں ”شہدین“ کے ذیل میں: ”بدمعاشی، لنگراپن، لچپن، بے ناموسی، بد وضعی، گنڈاپن“ تشریح کی گئی ہے (جلد ۳، ص ۱۹۵)

شہدا: a bad or loose character, a profligate, rake, debauchee, vagabond, blackguard, scoundrel (Platts, p738)

شہدین پھیلانا: بدمعاشی کرنا (فوائد، ص ۵۴۳)

شہدی / شہدن: بازاری عورت، بدمعاش (جان صاحب، ۱۸۷۹ء، ص ۲۰۲)

لپٹی جاتی ہے یہ شہدی منع تو ان کو کرے

کون داروغہ مرے سکھیال کے ہم راہ ہے

(ماخوذ: اردو لغت تاریخی اصول پر، ۱۹۹۰ء، جلد ۱۲، ص ۷۶۰)

شہدوں کا اسلوب زبان

”شہدوں“ کا خاص اسلوب زبان تھا جو لکسالی زبان سے الگ ہوتا تھا اور اس میں:

- بے تکلفی ہوتی تھی۔

- خاص طرزِ مخاطب ہوتا تھا۔

- الفاظ کو اپنے حساب سے بولتے تھے۔

- ان کے پاس خاص اصطلاحیں بھی تھیں۔

چنانچہ دریائے لطافت میں ان کے بارے میں لکھا ہے: (ص ۱۶۹)

یہ الفاظ بے تکلف شہدوں کی زبان پر ہوتے ہیں: اے، او، اوبے، بچا، ایسا تیسرا، سالے

شہدوں کے نام بھی انوکھے ہوتے ہیں اور ان کا لہجہ بھی عجیب ہوتا ہے۔ جیسا: کرگج، جما، بدھوا، روشن

چراگ، مادا، دھوا، جھموا، راجی خاں، نہال بیگ، میر آسوری، خوبی کلاں، شیخ رانجھے، ابوالمالی، دھول محمد،

کپور خاں

ابے دین تو بچا آں نبی صاحب کی سوں کیسا سبجوں کا تھاری سب باتیں میں ہیں جانتا ہوں مجھ کو نواب صاحب

جانتے ہیں کل بھی جما بھٹیاری کی دکان پر مجھے دین کر ہنس دیا میں نے کہا اودولا خیر آپ بولے وا بے بچا

تیرے دموں پر لٹھ۔

ان کی کچھ اصطلاحیں:

خزانہ کلاں: شہدوں کی اصطلاح میں بادشاہ ہند کے خزانے سے مراد ہے۔ (دریائے لطافت، ص ۱۶۸)

کوڑے ہیں اس چیز کے: [شہدی] مول ہے، اس چیز کا، دام ہیں اس چیز کے۔ جب شہدے کوئی چیز ارزاں فروخت کرتے ہیں تو اس چیز کو ہاتھ میں لے کر اس کے نام کے ساتھ کوڑے ہیں لگا کر یہ آواز لگاتے ہیں۔ مثلاً: کوڑے ہیں ایک لحاف کے، کوڑے ہیں اس چارپائی کے وغیرہ (آصفیہ، جلد ۳، ص ۵۸۹) انشا غفیل ہو گئے: مر گئے۔ اصل میں شہدوں کی اصطلاح ہے۔ ظرافتاً اور لوگ بھی بول جاتے ہیں (امیر اللغات، جلد ۲، ص ۲۴۹) [انٹاکھر: وہ مکان جہاں انشا کھیتے ہیں] (ایضاً)

یہاں تک یہ باتیں معلوم ہوتی ہیں کہ بازاری لوگ:

الف۔ وہ ایک گروہ میں رہتے تھے۔ (رجوع کیجیے: رند، شہدہ، عیاش، لوطی)

ب۔ خفیہ گروہوں میں شامل ہوتے تھے۔ (رجوع کیجیے: بد معاش کے ذیل میں)

ج۔ جرائم پیشہ لوگ ہوتے تھے۔ (رجوع کیجیے: بد معاش کے ذیل میں) نیز جام سرشار (۱۸۸۷ء، ص ۱) میں ان سب کو معاشرے کے جرائم پیشہ لوگوں میں شمار کیا ہے:

اٹھائی گیر، لٹا، شہد، دغا باز... یہ سب برے، مگر شرابی، ان سب کا گرو گھنٹال ہے۔ (ماخوذ از: اردو

لغت تاریخی اصول پر، جلد ۲، ۱۹۷۹ء، ص ۶۴۴)

د۔ ان کا اپنا اپنا چال چلن ہوتا تھا۔ (رجوع کیجیے: شہدہ کے ذیل میں)

ه۔ ان کا اپنا اپنا اسلوب زبان ہوتا تھا۔ (رجوع کیجیے: شہدہ کے ذیل میں)

و۔ وہ فضول اور فالتو باتوں میں لگے رہتے ہیں۔ چنانچہ ہندوستانی مخزن المحاورات اور فرہنگ آصفیہ میں ان الفاظ کے حوالے سے یوں تشریح کی گئی ہے:

گفہ کچھری: خراب صحبت، شہدے، لچے گنڈے (یعنی کفر کا کلمہ [لفظ] بولنے والے) (مخزن، ص ۵۹۹)

بازاری گپ: افواہ، ہوائی (آصفیہ، جلد ۲، ص ۳۵۲)

بھنگیر خانے کی گپ: بے سروپا بات، غیر معتبر خبر، بازاری گپ (ایضاً، ص ۴۴۴)

ز۔ ان کو معاشرے میں سے نظروں میں دیکھا جاتا ہے اور وہ ناشائستہ اور غیر مہذب لوگ کہلاتے ہیں۔ اس حوالے سے میں مذہبی عقیدت اور معاشرتی پس منظر کا بہت دخل ہے۔ پہلی بات یہ ہے کہ معاشرے کے لوگ بازار کے بارے میں اچھی ذہنیت نہیں رکھتے تھے۔ اس حوالے سے تذکروں سے کچھ شاعروں کے بارے میں رائے ملاحظہ کیجیے:

قدر شخصی بود در زمان محمد شاہ غفر اللہ از تذکرہ میر تقی معلوم شد کہ مرد او باش وضع از قید مذہب و ملت آزاد

د۔ گاہے در کوچہ و بازار بنظری آمد^{۱۲}

رند بڑے عالی خیال اور شیریں مقال گزرے ہیں۔ طبیعت میں آزادی از حد تھی۔ کلام میں شوخی بہت ہے

اور اکثر رندانہ بول چال ہے۔^{۱۳}

کیوں کہ اس جگہ میں عام طور پر نچلے طبقے کے لوگ رہتے تھے۔ اس حوالے سے ”تہ بازار“ کے لفظ کی تشریح دیکھیے گا:

تہ بازار (ی): عبارت از بازار و تہ بازی مردم اہل حرفہ مثل طبّاخ و کبابی و نانباہی و پالان دوز و غیر ہم کہ در بازار دکان داشتہ باشند و لہذا اجلاف راتہ بازی گویند۔ بازار میں پھرنے والے لوگ جو دوکان دار نہ ہوں مثل دلال و مردم اجلاف و فرومایہ اور وہ محصول جو سرکار راستے پر بیٹھنے والوں سے وصول کرے۔^{۱۴}

۳-۲ بازار زبان کی خصوصیات

اب یہ دیکھیں کہ ”بازاری“ زبان کس طرح ہوتی ہے کہ اردو لغات میں بعض اندراجات کے ذیل میں ”بازاری“ کا نوٹ لکھا گیا ہے۔

۱-۳ نہایت بے تکلفی سے باتیں کرنا

استیلاؤنا: (بازاری) از حد بے تکلفی ہونا، غایت درجہ کی دوستی ہونا (مخزن، ص ۳۴)

پڑ پڑانا: (بازاری) دوستوں کی آواز کی نسبت بولتے ہیں (آصفیہ، جلد ۱، ص ۵۲۱)

۲-۳ (ظرافت) (مذاق) (تحقیر) سے باتیں کرنا

بول جانا: (بازاری) بوڑھے آدمی کا مرجانا، ٹہل جانا، چل بسنا (مخزن، ص ۲۰۰)

بلاؤنا/ بٹے بٹے: افوہ! معاذ! کی جگہ بازیوں کی زبان ہے (امیر اللغات، جلد ۳، ص ۱۸۵)

آگے کا اٹھا: جھوٹ کھوٹ، پس خوردہ (۲) بازی آدمی ظرافت کے موقع پر بولتے ہیں (آصفیہ، جلد ۱، ص ۲۰۸)

ٹھٹھاؤٹی: (بازاری) کمر ٹوٹی، کبڑی، کوزہ پشت، وہ عورت جس کی کمر جھک گئی ہو (آصفیہ، ج ۲، ص ۱۶)

سو گھنا: (۲) بازی یا عوام بطور مذاق جوتی پہچاننے کو کہتے ہیں۔ جیسے: ”اپنی اپنی جوتی سو گھ کر پینا“ (آصفیہ، جلد ۳، ص ۱۳۴)

آغا: (۴) بازی لونڈے میوہ فروش کا بلیوں کو چڑھاتے ہیں: ”آغا بوجی بغل میں جوچی، آغا بودی چھیر یہ پھنس کودی“ (بہار بہند، ص ۱۰۱)

۳-۴ خاص طریقے سے مخاطب کرنا

اوہوت: (بازاری) کسی جاتے ہوئے شخص کو اپنی طرف بلانے کے واسطے یہ لفظ زبان پر لاتے ہیں۔

(معنا) ارے میاں جانے والے! او جانے والے ادھر آ! (آصفیہ، ج ۱، ص ۳۲)

عاشقے! کلمہ [لفظ] تحسین و آفرین (بازاری) شاباش! آفرین! مرحبا! کیا کہنا ہے! (آصفیہ، جلد ۳، ص ۲۸۵)^{۱۵}

آجے: یائے مجہول سے حقارت بازیوں کی بول چال غصے میں یا مذاق میں کسی کو بلانا، آجے لونڈے جا بے لونڈے کرنا، عورتوں کا محاورہ۔ نظم سے تعلق نہیں ایسے مقام پر بولتے ہیں جب کسی کو حق ناحق کی گردش خواہ مخواہ ایرے پھیرے ہوں تو کہیں گے۔ سارا دن اسی آجے لونڈے جا بے لونڈے میں گذر گیا۔ (بہار، ص ۲۴)

آکا: ترکی ہے: بڑا بھائی، اردو میں: بد وضع، سیاہی پیشہ، بانگے گنڈے، آپس میں ایک دوسرے کو خطاب کرتے ہیں یا تعریف میں: ”بڑے آکا ہیں“ (بہار، ص ۳۰۲) ۱۶

۲-۴-۴ براہ راست جنسی الفاظ و عبارات بولنا

بدھیایٹھنا: (بازاری) کروپیہ ڈوبنا، نقصان ہونا، دوالہ نکالنا، مفلس ہونا (آصفیہ، ج ۱، ص ۷۸)

گانڈ لگونی نہ ہونا: (بازاری) از حد مفلس ہونا (ایضاً، ص ۱۰)

۲-۴-۵ بالا واسطہ (استعارہ، تشبیہ، کنایہ) جنسی الفاظ و عبارات بولنا

بجانا: (بازاری) عورت کو رکھنا، ہم بستر ہونا، دھٹنا (مسخزن، ص ۱۴۴)

۲-۴-۶ معیاری زبان کے الفاظ کو جنس کے معنی میں لینا

اُچک جانا: (بازاری) فعل ناجائز کرنا (مسخزن، ص ۱۹)

اچھل پڑنا (جانا): (بازاری) کسی عورت سے فعل ناجائز کرنا (آصفیہ، جلد ۱، ص ۲۰)

۲-۴-۷ عورتوں سے متعلق باتیں کرنا

بہشت کی قمری: (بازاری) سنگھلا مکھی، کنچیاں، ناچنے والی عورتیں، چُنیا، بھانڈ (آصفیہ، جلد ۲، ص ۴۳۸)

اُگ بھری ہونا (ہے): ... بازاری۔ خراب، ہرجائی عورت (بہار، ص ۱۱۳)

۲-۴-۸ غیر قانونی کاموں میں لگے رہنا

بھگتانا: ... بازاری آدمی جان سے مار ڈالنے کو بھی کہتے ہیں (آصفیہ، ج ۱، ص ۴۴۰) بیونتا: (۲-بازاری)

قتل کرنا، آدمی کے ٹکڑے کرنا (ایضاً، ص ۷۰)

۲-۴-۹ خفیہ زبان بولنا

اینٹھ رکھنا: (۳-بازاری) بد معاشی کرنا، اٹھائی گیر اپن کرنا، جو تاپن کرنا (ایضاً، ص ۱۰۸) / بڑا ابا: (بازاری)

شریر، فتنہ انگیز، گرو (ایضاً، ص ۱۶۴)

باؤ نا اڑانا: (بازاری) خوب پیٹنا، ٹھیک بنانا، پیس ڈالنا، کچل ڈالنا، راستہ کرنا، بھڑکس نکالنا، قیہ

کرنا (مسخزن، ص ۱۳۶)

۲-۴-۱۰ نشے آور چیزوں سے کاروبار کرنا

آنکھوں میں بھنگ گھٹنا: (بازاری) گہرا نشہ ہونا، بھنگ کے نشے میں سرشار ہونا (آصفیہ، جلد ۱، ص ۲۷۹)
 بگھار لگانا: (بازاری) شراب پیکر حقہ کا دم لگانا (مخزن، ص ۱۷۸) / بوتل والی: (بازاری۔ عو) شراب
 (ایضاً، ص ۳۱۹)

۲-۱۱۔ بد تمیزی سے باتیں کرنا

ادھوری تانا: (بازاری) اتنا کھانا کہ پیٹ خوب تن جائے اور سانس لینے کو جگہ نہ رہے، خوب پیٹ بھر کے
 کھانا (مخزن، ص ۲۵)
 بھگتاؤ لانا: (بازاری) جان کا جو جھگڑا لگا ہوا تھا اس کو چکا دینا، مار ڈالنا، فیصلہ کر دینا، بکھیرا پاک کر دینا (مخزن،
 ص ۲۱۰)

۲-۱۲۔ بے ہودہ باتیں کرنا

بچ پھیلا (کرنا) (چنانا): (بازاری مسلمان) جھگڑا کھڑا کرنا، فساد پھیلا نا، غل و شور مچانا، ہم مچانا، واہیات
 بکنا (مخزن، ص ۲۵۴)
 پھلڑ: (۱) ہزل، گالی گلوچ، فحش، وہ پوچ اور بے معنی گفتگو جو بازاری آدمیوں میں ہو ا کرتی ہے،
 مغالطات (آصفیہ، جلد ۱، ص ۵۵۱)
 تانت باندھنا: مضبوط تاگا باندھنا، نشانی باندھنا (یا وہ گو کی نسبت بے ہودہ بات کے جواب میں اس کے بند
 کرنے کے واسطے پھلڑ باز اس لفظ کو بولتے ہیں) (ایضاً، ص ۵۸۸)
 آڑا چھوڑ پاڑا: بد وضع لوگوں کا روزمرہ، بے تک، مہمل، کہیں کا کہیں کدھر کا، کدھر ہونا یا ایسی ہی کوئی وا
 ہیات، خرافات بات (بہار ہند، ص ۴۰)
 آئے کی خوشی نہ جائے کا غم: یہ بھی وہی بازاری لوگوں کا محاورہ ہے جو بطور مثل کے بولا جاتا ہے۔ یعنی
 عالم مساوات، محض بے پروائی ہے (ایضاً، ص ۵۵۱)

۲-۱۳۔ بے تکلفی سے گالی دینا

ملاچی گالی دینا: اس کو ”بازاری گالی“ بھی کہتے ہیں (مخزن، ص ۶۸۳) / کنجروں کی بولی: سانسوں کی
 اصطلاح، فحش زبان، بازاری گفتگو (ایضاً، ص ۶۰۹)
 تر پھلا: (بازاری) فحش مقام پر بھی استعمال کرتے ہیں (آصفیہ، جلد ۱، ص ۶۰۱)

نکات

الف۔ ”بازاری زبان“ کو ”سوقیانہ زبان“ کہا جاتا تھا۔ اردو لغت (تاریخی اصول پر) میں لکھا ہے: (۱۹۹۰ء، ج ۱۲، ص ۱۷۰)

سوقیانہ: سوتی سے منسوب، بازاری، بازار یوں کا ساء، عامیانہ کا، عوام کا

ب۔ غالباً پہلی بار ”سوقیانہ زبان“ کو انشا اللہ خان انشانے دریائے لطافت میں استعمال کیا ہو گا: (ص ۱۹۷)

بعض جو ہندوستان میں پیدا ہوئے ہیں کہتے ہو، کی جگہ کہتا ہے، بولتے ہیں۔ اسی طرح سب مصدروں میں یہ صیغہ اسی طرح استعمال کرتے ہیں۔ مثال: آیتا ہے، جایتا ہے، اڑایتا ہے، ریتا ہے۔ لیکن اردو کے فصحا کے نزدیک یہ لفظ مہمل ہیں۔ اور جو شخص ان کو استعمال کرتے ہیں ان کو پرانے دقیقانوسی اور ان کی زبان کو سوقیانہ خیال کرتے ہیں۔

اور ”سوقیانہ اشعار“ سے مراد ”ایسے اشعار جن میں بازاری یعنی عامیانہ اور مبتدل الفاظ و خیالات کا استعمال کیا گیا ہو“ {اردو لغت (تاریخی اصول پر)، ص ۱۷۰} چنانچہ نواب مصطفیٰ خاں شیفیتہ نے (۱۲۸۶-۱۲۲۱ ہجری/۱۸۰۶-۱۸۶۹ء) نظیر اکبر آبادی (۱۱۵۲-۱۲۴۶ ہجری/۱۷۳۹-۱۸۳۰ء) کے کلام پر یہ رائے دی تھی: ”اشعار بسیار دارد کہ بر زبان سوقین جاری است و نظربہ آل ابیات، در اعداد شعر انشایدش شمر د“^{۱۷}

ج۔ مستشرقین نے ایسے اندراجات کے سامنے (vulgar) ”vul“ لکھا ہے۔ مثلاً پلیٹس کی لغت میں:

افسار (p62) ufq, ufuq, vulg. ufaq (p62) افق: afsar (corr of the English)

جابل (p369) jab-sa (corr of jawab-sawal) جابل: prem, vul. parem (p260) پریم:

دھرت (p541) dhrita, (vulg). dhrit (p480) hak (vulg). hakk: حک

فتر (p776) futur, (vulg). fitur: فتور

فیلن کی لغت میں ایسے اندراجات کے سامنے abuse/obscene اور کثرت سے slang لکھا ہے۔ جیسے:

ustad: (slang) master of one's trade (p84)

ganr se ghora kholna, ya gul katarna: obscene, slang. to try one's best in vain (p986)

an unchaste, bad woman (an abuse) (p888) قطامہ: 1

۳ ”عوامی“ لوگ اور ان کی زبان^{۱۸}

غالب نے اپنے ایک خط بنام میر مہدی مجروح بتاریخ جمادی الاول ۱۲۷۶ ہجری/۸ نومبر ۱۸۵۹ء لکھا ہے:^{۱۹}

”آج کاغذ و ٹکٹ منگالوں گا۔ سہ شنبہ ۸ نومبر صبح کا وقت ہے جس کو عوام ’بڑی فجر‘ کہتے ہیں“

۳۔ ۱ جابل اور ناخواندہ لوگ کو ”عوام“ کہتے تھے

وہ لوگ جو خواص کے دائرے سے باہر تھے اور ان کی زبان ”فصح“ اور ”بلغ“ یعنی نکسالی اور مستند نہیں سمجھی

جاتی تھی۔ فرہنگ آصفیہ میں ”عوام“ کی تشریح میں یہ لکھا گیا ہے:

عام لوگ: عوام الناس، عوام (آصفیہ، جلد ۳، ص ۲۶۲)

عوام: (۱) عام لوگ، تمام آدمی (۲) رعایا، پر جا (۳) بازاری آدمی، جہلا، جاہل آدمی، ردواکھدوا (ایضاً، ص ۲۹۳)

نیز فرہنگ آصفیہ میں ان دو الفاظ کے ذیل میں ”عوام“ کے بارے میں یہ لکھا ہوا ہے:

احق الذی: یہ لفظ غلط العوام ہے۔ اسم موصول کے بعد صلہ ندارد۔ لفظی معنی: ”ایسا احمق“۔ مگر عوام کا انعام اس کو ”جاہل مطلق“، ”اجڈ“ کے موقع پر بولتے ہیں۔ تحریر میں لانا معیوب ہے (آصفیہ، جلد ۱، ص ۱۲۳)

ہندوستانی مخزن المحاروات میں ”علامات“ کے ذیل میں ”ان پڑھ“ کی توضیح میں لکھا ہے: ”ان پڑھ یا بے علم آدمی کو بولتے ہیں۔“ اور ”عوام“ کی تشریح میں یوں لکھا ہے: ”بازاریوں کا محاورہ“ اور ”بازاری“ کی تشریح میں ”بازاری یا عوام بولتے ہیں۔“

مستشرقین کی لغات میں کسی اندراج کے سامنے ”عوام کی زبان“، ”عوامی زبان“ یا ”جہلا کی زبان“ نہیں لکھا گیا ہے۔ فیلن کی لغت میں موقف الفاظ بتاتے ہوئے (abbreviations) کے ذیل میں illiterate لکھا ہے۔ (یعنی ”عوام“ کا لفظ استعمال نہیں کیا ہے) البتہ اس لغت میں ”عوام“ کے اندراج کی تشریح یوں کی ہے: (ص ۸۵۵)

1. the common people; the mass; populace; vulgar 2. the scum or dregs of society

پلیٹس کی لغت میں ”عوام“ کی یوں تشریح کی گئی ہے: (ص ۷۷۶)

عوام: the commonalty, the common people, the common sort, the vulgar, the populace,

awaammu'n-nas: the common people, the populace, at large, the public

۲-۳ نیچے طبقے کو عوام کہتے تھے

کنجڑے قصائی: ادنیٰ اور کمین آدمی، بیچ ذات کا آدمی، گٹھیل آدمی، عوام الناس (آصفیہ، جلد ۳، ص ۵۷۰)

۳-۳ نسوانی طبقے کو عوام کہتے تھے

ارواح: روح کی جمع۔ عوام اور خاص کر عورتیں واحد کی جگہ اور مونث بولتی ہیں (امیر اللغات، جلد ۲، ص ۱۲۱)

بامھن: برہمن۔ عورتیں اور عوام بولتے ہیں (ایضاً، ص ۸۳)

پیالہ بہنا: (عوام۔ عو) اسقاط ہونا (آصفیہ، جلد ۱، ص ۵۶۳)

دبداھا: عوام اور علی الخصوص مستورات ”دگدھا“ بولتی ہیں (آصفیہ، جلد ۲، ص ۲۳۳)

کد: متروک۔ دیکھو (کب) پرانی ہندی ہے پنجاب میں عام ہندوستان میں عوام الناس کی عورتیں اب بھی

بولتی ہیں (آصفیہ، جلد ۳، ص ۴۸۶)

اللہ: لغوی معنی اس کے محتاج بیان کے نہیں، اسم ذات، سب کا مالک، نکل کا پید کرنے والا۔ محاورے میں (۱) استعجاب کے مقام پر بولتے ہیں اور کبھی اضطراب کی حالت بے قراری کے وقت، تڑپ کے دعایا بد دعا کرنا، بھروسہ کرنا، لو لگانا مستورات و عوام لوگ اللہ کو الّا بغیر ”ہ“ کے بھی بولتے ہیں۔ اللہ بغیر ”الف“ کے تو بہت مستعمل ہے (بہار ہند، ص ۴۰)

اللہ میاں کا رحم: زت جگے میں گلگوں کے ساتھ چانول پیس کے شکر ملا کے پیڑے سے بناتے ہیں اسے کہتے ہیں۔ خالی رحم تو علی العموم اور اکثر جاہل عورتیں اللہ میاں کے رحم اسی طرح اللہ میاں کا طاق بھرنا۔ یعنی: مسجد کے طاق میں گلگے اور رحم کھانا (ایضاً، ص ۴۵)

آدھے کا تھاؤ: چھٹا حصہ۔ لیکن اصطلاح میں بہت ہی قلیل کے معنوں پر بولتے ہیں، جاہل اور بالکل ناخواندہ، عورتیں (آدے کا تہا) بھی بولتے ہیں اور معنی اس کے برباد ہو جانے، لٹ جانے کے ہوتے ہیں (بہار ہند، ص ۲۳)

آنکھوں کے ناخن لو! یہ محاورہ نظم میں کسی استاد کے یہاں نظر سے نہیں گزرا۔ لیکن نظم ہو سکتا ہے۔ عورتیں یا عوام لوگ بولتے ہیں بلکہ دو تین طرح سے ایک ہی جگہ لکھنے کی یہ وجہ ہوئی کہ اسی معنوں پر بولتے ہیں (ایضاً، ص ۳۴)

۳۔۴ عوام کی زبان فصیح نہیں ہوتی

اندھلانا: اندھا بنانا، دھوکا دینا۔ عوام کی زبان ہے۔ فصحا اس کی جگہ ”اندھا بنانا“ کہتے ہیں (امیر اللغات، جلد ۲، ص ۲۵۸)

۳۔۵ صحیح تلفظ نہ بولنے والے

۳۔۵۔۱ اصل الفاظ کو مخفف بنانا

ٹاٹا: (عوام) ”اے میاں“ کا مخفف (آصفیہ، جلد ۱، ص ۲۲۱) / آچار: (عوام) اچار (ایضاً، جلد ۱، ص ۱۱۹)

۳۔۵۔۲ اصل الفاظ کے ایک یا چند حرف حذف کرنا

سیدپارہ: تیسواں حصہ کلام اللہ کا اور اس کو بہ تخفیف یا تہمتانی کے سیدپارہ بھی کہتے ہیں۔ لیکن یہ اکثر عوام کی زبان ہے (رسالہ قواعد، ص ۱۶۴)

۳۔۵۔۳ اصل الفاظ کو ثقیل بنانا

بلور: سنگ معروف اور عوام لام مشد و مفتوح سے بولتے ہیں (رسالہ قواعد، ص ۱۱۴)

اچانک: (عوام) اچانچک، چانچک (آصفیہ، جلد ۱، ص ۱۲۰) / آگا: (عوام) آگو، اگاڑو، اگاڑی (ایضاً، ص ۲۰۲)

انیسویں صدی کی اردو لغات: غیر معیاری اسالیب زبان

لیلیٰ عیدی خجستہ

بانجی: (عوام) بانجیچہ (ایضاً، ص ۳۵۳) / بانات: (عوام) بنات (ایضاً، ص ۳۵۸)

الو: (۲) بے وقوف، احمق۔ عوام ان معنی میں ”الو“ بھی کہتے ہیں (امیر اللغات، ج ۲، ص ۲۳۰) / آنجل: عوام اس کو ”انجلی“ بھی کہتے ہیں (ایضاً، ص ۲۵۱)

۳-۵-۴ اصل الفاظ کے اصوات میں تبدیلی کرنا

دقان: اکثر لوگ بمعنی دفع کے بولتے ہیں... اور لفظ ”دفع“ میں تصرف کر کر بنایا ہے (رسالہ قواعد، ص ۱۴۹)

اریب: عوام ”اریب“ بولتے ہیں (امیر اللغات، جلد ۲، ص ۱۲۲)

آرد: (عوام) آرد (آصفیہ، جلد ۱، ص ۱۴۳)

۳-۵-۵ اصل الفاظ کو بگاڑنا

تاپ: امر ہے ”تاپنے“ سے اور بمعنی ”تپ“ دق کے۔ لیکن اس معنی میں زبان عوام کی ہے۔ (رسالہ قواعد، ص ۱۲۸)

خشت: خشک پیراہن اور یہ لفظ جز عوام کے اور کسی کی زبان سے نہیں سنا گیا پس ”خشک“ کو خراب کر کر ”خشت“ کر لیا ہے (ایضاً، ص ۱۴۴)

افرا تفری: (عوام) کھلی، بے انتظامی، گڑبڑ (افراط و تفریط سے بگڑ کر یہ صورت ہو گئی ہے) (آصفیہ، جلد ۱، ص ۱۸۵)

۳-۵-۷ ٹکسالی الفاظ کی جگہ اپنے اپنے الفاظ استعمال کرنا

تیل شکری: ایک قسم کی شیرینی کا نام جو تیل اور شکر کی آمیزش سے بنائی جاتی ہے۔ عوام اسے ”گجک“ یا ”گزنک“ کہتے ہیں (ایضاً، ص ۶۱۹)

عملی: (۲-عوام) نشہ باز، نشہ کا عادی (آصفیہ، جلد ۳، ص ۲۸۸)^{۲۱}

۳-۵-۸ تابعیات استعمال کرنا

باقی ساقی: (تابع متبوع) بچا کچھا عوام ”باقی ساقی“ بھی بولتے ہیں (امیر اللغات، جلد ۳، ص ۷۲)

اُبالا سبالا: (عوام) ”سبالا“ یہاں لفظ مہمل بطور تابع کے ہے (امیر اللغات، جلد ۲، ص ۳)

۳-۵-۹ الفاظ کے مجازی معنی لینا

بڑے میاں: (عوام) پدر، باپ (آصفیہ، جلد ۱، ص ۳۶۲) / پرانی کھوپڑی: عوام۔ (۱) بوڑھا آدمی (آصفیہ، جلد ۱، ص ۵۱۲)

آنا: ... عوام کی اصطلاح میں منزل ہونا (۳) نازل ہونا۔ جیسے: آمدنی آفت، چوٹ وغیرہ آنا، بخار آنا (۴) رو پیہ کا سولھواں حصہ (۵) دل یا طبیعت آنا، عشق ہونا (۶) ذومعنی کے چور پر منع کرنا۔ یعنی بہ ظاہر کر کے رکنا،

یوں بھی بولتے ہیں۔ جیسے: ادھر آنا، مکان پر آنا، گھر میں آنا۔ یہ لفظ روزمرہ اصطلاحاتِ عوام میں کثرت سے مختلف معنوں پر استعمال کیا جاتا ہے۔ جیسے: آمد کی آنا (بہار ہند، ص ۴۱)

۳-۵۔ ۱۰ الفاظ و محاورے بنانا

آیاگری: (عوام) آیا کا پیشہ، ماماگری (آصفیہ، جلد ۱، ص ۳۳۱)

بخیانا: بخیہ کرنا۔ عوام بولتے ہیں (امیر اللغات، جلد ۳، ص ۱۱۹)

۳-۵۔ ۱۱ ناشائستہ اور ناگوار اندازِ بیان اختیار کرنا

... چڑیا کے چڑیا والے: یہ عبارت اس کے لیے استعمال ہوتی ہے جسے بے وقوف سمجھا جاتا ہے [اب یہ عبارات عوام میں طنز کے مقام پر چھوٹی گالی کے طور پر حرفِ ندا کی طرح استعمال ہوتی ہے] (لطافت، ص ۱۳۲)

اچھال: استغراق، قے۔ عوام کی زبان ہے (امیر اللغات، جلد ۲، ص ۸۳)

۳-۵۔ ۱۲ قواعد کی غلطیاں

پواج: (عوام) پاہی کی جمع۔ عربی کے قاعدہ پر جو معیوب ہے (آصفیہ، جلد ۱، ص ۵۳۸)

تبدیلی: (غلط العوام) بدلی، بلیٹی، ملازم کا ایک جگہ سے دوسری جگہ بدلا جانا (ایضاً، ص ۵۹۱)

ب۔ مقامی لغت نویسوں کے ہاں، (اجنبی) الفاظ کو اپنے اصلی روپ کے مطابق استعمال کرنا چاہیے۔ تلفظ، معنی اور املا کے حوالے سے کسوٹی، اصلیت ہے۔ ورنہ بول چال میں الفاظ جب اپنے اصلی روپ بدلتے ہیں تو لفظ کا معیار: ٹکسالی سے غیر ٹکسالی تک گر جاتا ہے۔ چنانچہ وہ ایسے الفاظ بولنے والوں کو جاہل (جمع: جہلا) کہتے تھے۔ مستشرق لغت نویس ایسے الفاظ کے سامنے ”بگاڑ“ لکھ کر اصلی روپ کی بھی نشان دہی کرتے تھے۔ فاربس نے اکثر اندراجات کے سامنے ان کے ”عامیانہ“ تلفظ کو بھی درج کیا ہے: achlor (ص ۴۹) مجر دم کورا، مفلس، (ان معنی میں بعض اوقات غلط طور پر بولا جاتا ہے جو مخلص کا بگاڑ ہے)

carpet: (ص ۹۸) قالیچہ (عامیانہ: دولیچہ): calmly: (ص ۹۴) آہستہ (عامیانہ: آست)

فیلن کی لغت سے مثالیں (illit): سے مراد (illiterate) ہے:

رتھ: (p697) rath; (illit) arath رجعت: (p698) rijaat; (illit) rijat

ٹکسیر کی لغت کی چند مثالیں:

کوش: (p1389) kaush (corrupt of مزاح) (p1614) mazakh (مزاح): مزاح (p1614) mizah

۴ ”گنوا ری“ لوگ اور ان کی زبان

غالب نے اپنے ایک خط میں (۱۲۷۵ ہجری/ نومبر ۱۸۵۸ء، خط بنام منشی شیونرائن آرام) لکھا ہے:

قصہ قاصد الانشاہی“ میں نے دیکھا۔ اصلاح کے باب میں سوچا کہ اگر سب فقروں کو مفتی اور عبارت کو رنگین بنانے کا قصد کروں تو کتاب کی صورت بدل جائے گی اور شاید تم کو بھی یہ منظور نہ ہو۔ ناچار اس پر قناعت کی کہ جو

انیسویں صدی کی اردو لغات: غیر معیاری اسالیب زبان

لیلیٰ عبدی نجمتہ

الفاظ لکسال باہر تھے وہ بدل ڈالے۔ مثلاً: ”وے“ یہ گنوارو بولی ہے۔ ”وہ“ ٹھیکہ اردو ہے۔ ”کرانا“ یہ بیرون

جات کی بولی ہے۔^{۲۲}

۳۔ اگنوا ری؛ دہقانی، دیہاتی، روستائی اور قصبائی کے فرق

قصبائی، گنوار، باہر بندو: احمق (لطافت، ص ۱۶۵)

دہاتی: (no entry) villages, the country (Shakespeare, p895)

دہقانی: 1. a villager, a husbandman, peasant, rustic 2. agriculture, the profession of a husbandman (p903)

روستائی: a peasant, villager, rustic (p992)

قصبائی: (no entry) towns (p1282)

گنوار: a countryman, villager, boor, clown, churl, rustic, peasant (p1464)

گنوار: a stupid person (p2040)

دہقانی، دیہاتی، روستائی، قصبائی، گنوا ری: (مسخن، درج نہیں)

دہاتی (دیہاتی): گنوار، گانو کارہنے والا، روستائی (آصفیہ، جلد ۲، ص ۲۸۹)

دہقانی: (۱) گنوا ری، دیہاتی، روستائی (۲) اجڈ، جاںگلو (ایضاً، ص ۲۹۷)

روستائی: درج نہیں

قصبائی: (۱) دہاتی کا نفیض، نگری کا باشندہ، قصبے کا رہنے والا (۲) قصبے سے متعلق (آصفیہ، جلد ۳، ص

۳۸۵)

گنوار: (۲) وحشی، ہنگلی، بن مانس (۳) کودن، مورکھ، بے وقوف، نادان، احمق، کاٹھ کا آلو، چوتیا (۴)

ٹھوٹ، ان پڑھ، کپڑھ، جاہل، بے علم (۵) اجڈ، جاہل، جاہل مطلق، اکھڑ (۶) گندہ ناتراش، غیر مہذب،

بے تمیز، ناشائستہ، ناترہیت یافتہ، ناہموار (۷) بے سلیقہ، پھوڑ (۸) اناڑی، ناواقف، ناتجربہ کار، انجان، خام

کار، نابختہ کار، سیکھتڑ (آصفیہ، ج ۴، ص ۸۵)

دہاتی: 1. relating to a village 2. Rural ; rustic (Fallon, p651)

دہقانی: Pedantic for ganvari. boorish ; clownish (p657)

روستائی: no entry

قصبائی: a townsman; a villager (p887)

گنوار: 1. a villager; countryman; peasant; rustic 2. A clown; boor; churl 3. a stupid fellow (p1010)

دہاتی: of or belonging to a village, for or relating to the country, rural, rustic; a villager, a rustic (p538)

دہقانی: rustic, country, boorish, clownish; villager, countryman, rustic, peasant, husbandman, the business or profession of a husbandman, agriculture (p545)

روستائی: a rural district; a village; a rustic; villager; peasant (p605)

قصبائی: of or belonging to a large village, or a town; rustic; boorish; a villager; a townsman (p791)

گنوار: a villager, country-man, peasant, rustic; a clown, boor, churl; a low-bred person; a stupid fellow, a dolt; (fig) a blackhead, dolt, lout, fool (p919)

دہقانی، دیہاتی، روستائی، قصبائی، گنواری: (بہار، درج نہیں)

دہقانی، دیہاتی، روستائی، قصبائی، گنواری: (امیر، درج نہیں) امیر اللغات میں ”بول چال“ کے ذیل میں لکھا ہے:

بول چال: ۱۔ بات چیت، طرز کلام، گفتگو۔ فقرہ۔ ان کی بول چال کہہ دیتی ہے کہ قصبائی ہیں۔ (جلد ۳، ص ۲۲۴)

ان سب تشریحات سے ایک نکتہ معلوم ہو جاتا ہے کہ لفظ ”گنوار (و) (ی)“ اس دور میں سلینگ شمار کیا جاتا تھا۔ چنانچہ مذکورہ لغات میں ”دہاتی“ (دیہاتی)، ”دہقانی“، ”روستائی“ اور ”قصبائی“ کی تشریح سے ”باسی، باشندہ، رہنے والا“ مراد لیا جاتا تھا۔ اس حوالے سے شیکسپیر نے ”قصبہ“ کے ذیل میں یہ تشریحی تبصرہ لکھا ہے:

قصبہ: a small town (particular, when inhabited by decent people or families of rank) (p1282)

جب کہ ”گنوار (و) (ی)“ سے مراد ”بے وقوف، نا سمجھنے والا“ تھا۔ یعنی پہلے والے الفاظ ”رہائش“ سے مراد لیے جاتے تھے جب کہ اخیر لفظ سے ”کسی کے کردار پر اور وہ بھی حقارت آمیز یا توہین آمیز انداز میں“۔

۳۔ ۲ باہر (شہر سے) رہنے والا

مولوی امام بخش صہبائی (۱۲۲۱-۱۲۷۴، ۱۲۷۴-۱۸۰۶/۱۸۵۷ء) نے دیہاتیوں کی زبان کے حوالے سے لکھا تھا: ”ساکنان دیہات و قصبات معروف شہر لکھنؤ، بعض الفاظ کو جو خلاف اردو ہیں اپنی زبانوں پر جاری کرتے ہیں۔ نیز ساکنان دیہات و قصبات مشرق لکھنؤ کا یہی حال ہے۔ مروج ہے لیکن مستحسن ترک ہے“ (رسالہ قواعد، ص ۸۳-۸۲)

چنانچہ مندرجہ ذیل لغات میں اس کی یوں تشریح کی گئی ہے:

باہر کا: (۲) دیہاتی، دہقانی، اُجڈ، گنوار/باہر کی بو: گنوار پن، دہقانیت (مسخن، ص ۱۳۷)

انیسویں صدی کی اردو لغات: غیر معیاری اسالیب زبان

لیلیٰ عیدی خجستہ

باہر کا: (۱) اجنبی، اوپری، غیر، غیر جگہ کا (۲) گنوار، دھقانی (آصفیہ، جلد ۱، ص ۳۶۲)

bahar ki bu: ganvar-pan (lit) a smell of the country, rusticity; clownishness; boorishness (Fallon, p217)

bahar ki bu: ganvar-pan (lit) odour of the country, rusticity; clownishness; boorishness (Platts, p129)

۴-۳ تہذیب سے خارج لوگ

جنگلی: (۳) گنوار، اُچڑ، ناشائستہ، غیر تربیت یافتہ، ناتراشیدہ، جاہل، بے تمیز (آصفیہ، جلد ۲، ص ۵۲)

اُچڑ: گنوار، جاہل، جو تہذیب اور سلیقے سے بیگانہ ہو (امیر اللغات، جلد ۲، ص ۷۲)

۴-۴ نچلے طبقے کے لوگ

پر کا لا: (۲) چوکھٹ، دہلیز (اکثر بنیے، بٹال یا گنوار اس لفظ کا استعمال کرتے ہیں) (آصفیہ، جلد ۱، ص ۵۱)

۴-۵ ٹکسالی (شہر والوں) کے الفاظ سے ہٹ کر تلفظ ادا کرنا

کنڈی: کاف مفتوح اور نون ساکن اور دال ہندی کسور اور یائے مجہول سے چابک دستی۔ مگر زبان دہاقین کی

ہے (رسالہ قواعد، ص ۱۸۱)

بُرگنا (بُر کا نا) (بُر بُرا نا): شہر والے ”بر کا نا“ ہی کہتے ہیں اور ”بر کنا“ کو غیر فصیح سمجھتے ہیں

(امیر اللغات، جلد ۳، ص ۱۴۶)

باسی کو سی: باسی تباہی۔ قصباتی عوام کی زبان ہے۔ (امیر اللغات، جلد ۳، ص ۷۰) باسی تباہی: کھانے پینے کی

چیز جو دو تین دن کی ہو گئی ہو۔ درحقیقت یہ قصبات کی زبان ہے۔ کبھی اہل شہر بھی بول جاتے ہیں

اور ”تباہی“ کی جگہ ”اسی“ بھی سنا ہے۔

گنواری بولی: گانوں والوں کی زبان، دھقانی زبان، شہری بولی کا تقیض (آصفیہ، جلد ۴، ص ۸۶)

آشنائی: (گنوار) انسانی واقف کاری، واقفیت (آصفیہ، جلد ۱، ص ۷۶) / بیر بیر: (گنوار) بار بار (ایضاً،

ص ۴۶۴)

۴-۶ ٹکسالی (شہر والوں) کے الفاظ سے ہٹ کر اپنا الفاظ بولنا

بو بو: اس معزز خادمہ کو اس سے خطاب کرتے ہیں جس کی گود میں پرورش پائی ہو اور قصبات میں ”بڑی

بہن“ کو کہتے ہیں (امیر اللغات، جلد ۳، ص ۲۱۳)

ادھوری تانا: (عوام اور گنوار بولتے ہیں) اتنا کھانا کہ پیٹ تن جائے اور سانس مشکل سے نکلے (آصفیہ،

جلد ۱، ص ۱۳۶)

بھو جائی یا بھو جی: (گنوار) بڑے بھائی کی بیوی، بھانج (ایضاً، ص ۴۴۵) / بھیتا: (گنوار۔ عو) بھائی کی تصغیر

بالمحبت (ایضاً، ص ۴۴۸)

انیسویں صدی کی اردو لغات: غیر معیاری اسالیب زبان

لیلیٰ عابدی نجمہ

آنکھیں: اسی معنی پر ”آنکھیاں“ پہلے تو عام طور پر بولتے تھے لیکن اب فقط عورتیں پیار سے اکثر بولتی ہیں وہ بھی عوام کی اور دہقانی باہر بندوں میں تو کثرت سے استعمال ہے اسی وجہ سے ٹھمریوں میں اکثر باندھتے ہیں کہ وہ خاص گنواہری زبان ہے (بہار ہند، ص ۱۹)

۴۔ ۷ گاؤں سے متعلقہ الفاظ استعمال کرنا

بھکنا: (دیہات) وہ شخص جو جلد کسی کے بھکائے میں آجائے (مسخن، ص ۲۰۹)

پرودہ ڈھکن: (دیہات) خاوند، شوہر، گھر والا (مسخن، ص ۲۵۸)

جو تاؤ: جو تنے کے قابل، قابل کاشت، وہ زمین کہ جتنے سے قابل کشت ہو جائے (آصفیہ، جلد ۲، ص ۵۷)

۴۔ ۸ غلط قواعد بولنے والا

جب واحد مخاطب کی ضمیر کے بعد، ماسوائے حروفِ علت یا اضافت، ان حرفوں میں سے کوئی حرف مثلاً: میں، سے، کو، تک، پر، تک وغیرہ آجاتا ہے تو ایسی صورت میں لفظ کو ”تجھ سے“ و۔۔ بدل لیا کرتے ہیں۔ البتہ قدیم یا گنواہری زبان میں اس امر کا لحاظ نہیں ہے۔ گنوار لوگ، اب بھی ”تو میں“، ”تو کو“، ”تو سے“ بہ واو مجہول بولتے ہیں۔ لیکن ”تک“ یا ”تک“ کے ساتھ ان کے ہاں بھی ”تجھ تک“ بولیں گے (آصفیہ، جلد ۱، ص ۵۹۴)

۴۔ ۹ عکسالی الفاظ کو اپنی مراد لینے والا

آشنا: (۷۔ گنوار) نانہ دار، داماد جنوائی، یگانہ (آصفیہ، ج ۱، ص ۱۷۵)

بارا: (۴) گنوار لوگ ”کاج“ اور بوڑھے کے مرنے کی روٹی کو بھی ”بارا“ کہا کرتے ہیں (ایضاً، ص ۳۴۸)

بہو: جس محلے میں کوئی عورت بیاہ کرتی ہے تو اس محلے والے بھی اس کو ”بہو“ کہتے ہیں مگر گنوار یا ہندو (ایضاً، ص ۴۴۴)

پٹا: (۷۔ گنوار) دوپٹہ، اوڑھنا (۱۰۔ گنوار) حق الخدمت (ایضاً، ص ۴۹۹)

نکتہ:

گنواہری زبان، ایک خالص اور فطری زبان ہے جس میں شہر والوں کی کنایاتی، استعاراتی باتیں نہیں ملتیں۔ وہ کسی چیز کو جیسے دیکھتے ہیں ویسا ہی بیان کرتے ہیں۔ فیلن نے اپنی لغت میں بڑی تعداد میں گنواہری الفاظ شامل کیے ہیں اور ان کی طرف داری میں بھی اپنے مقدمے میں تفصیل سے لکھا ہے: (فیلن، ۱۸۷۹ء، ص xix)

ادبی زبان میں زیادہ تر سائنٹیفک اور تجربی اصطلاحات شامل ہیں جب کہ روستائی (دیہاتی) زبان ایک ایسی زبان ہے جو اپنی جڑ سے غنی اور مضبوط ہوتی ہے اور اس میں شفاف اور سیدھا سادہ دریافت احساسات جھلکتے رہتے ہیں۔۔۔ ادبی شخص کی معلومات ثانوی مآخذ، یعنی کتابوں سے حاصل شدہ ہیں چنانچہ اس کی دریافتیں بالواسطہ ہوتی ہیں۔ جب کہ روستا میں رہنے والوں کی، ایک ایسی براہ راست معلومات ہوتی ہیں جو ندر تا غلط ہو سکتی ہیں۔ ان کی معلومات، بنیادی مآخذ، یعنی اپنے اپنے مشاہدات اور تجربات پر مبنی ہیں۔ چنانچہ ان کی زبان، ان کی معلومات کی

انیسویں صدی کی اردو لغات: غیر معیاری اسالیب زبان

لیلیٰ عیدی خجندہ

طرح واضح، تازہ اور سیدھی ہوتی ہیں۔ وہ کبھی غلط لفظ کو غلط جگہ میں استعمال کرے گا نہیں۔ کیوں کہ وہ اپنی ہی مادری زبان بولتا ہے اور اس کے سوا اس کو کچھ آتا ہی نہیں۔ جب کہ ادبی شخص بعض اوقات اپنی تقریر یا تحریر میں غلط الفاظ استعمال کرتا ہے یا مقتضائے کلام میں مناسب لفظ نہیں بولتا ہے۔

ان مقامی، شفاف اور معنی خیز جملوں میں جنہیں ضرب الامثال کہا جاتا ہے اور جن میں انسانی تجربات کی کثیف سچائیاں، بڑے وسیع پیمانے پر موجود ہیں، ان پڑھ جماعتوں کا طریقہ بیان ہے، نہ ادبی دانش وروں کا۔ در واقع روستائی (دیہاتی) زبان ایک خالص اور فطری زبان ہوتی ہے۔ کیوں کہ یہ، غیر تعلیم لوگوں کے تاثرات ہے جو وہ مشاہدہ اور محسوس کرتے رہتے ہیں۔

”بازاری“، ”عوامی“ اور ”گنواہری“ زبان؛ شباهت اور تفاوت

یہاں سے معلوم ہوا کہ انیسویں صدی کے معاشرے میں ”بازاری“، ”عوامی“ اور ”گنواہری“ اسالیب زبان پائے جاتے تھے جن کی زبان معاشرے میں خلاف ادب و تہذیب (سلیڈنگ و لمبو) سمجھے جاتے تھے۔ اب ہم دیکھیں گے کہ ان میں شباهت اور تفاوت کیا ہیں؟

”بازاری“، ”عوامی“ اور ”گنواہری“ زبان کی مشابہتیں :

- نکل سے باہر کی زبان سمجھی جاتی تھی۔
- ان میں قواعد کی غلطیاں ملتی تھیں۔
- فصحا (ادبا) (ثقافت) ان کے بولنے سے گریز کرتے تھے۔
- یہ زبانیں معاشرے میں بے وقعت سمجھی جاتی تھیں۔

”بازاری“، ”عوامی“ اور ”گنواہری“ زبان میں فرق:

گنواہری	عوامی	بازاری
شہر (یعنی تہذیب) سے باہر کی زبان سمجھی جاتی تھی۔	نکل سے باہر کی زبان سمجھی جاتی تھی۔	بیشتر ایک خفیہ زبان (کوڈ زبان) کی حیثیت تھی۔
زیادہ تر الفاظ کی ساخت سے تعلق رکھتی تھی۔	زیادہ تر الفاظ کی ادائیگی سے تعلق رکھتی تھی۔	زیادہ تر موضوع سے تعلق رکھتی تھی۔
براہ راست زبان تھی۔	براہ راست زبان تھی۔	بالواسطہ زبان تھی۔

اس میں تشبیہ، استعارہ اور کنایہ پایا جاتا تھا۔	اس میں مُرادِی معنی لیے جاتے تھے۔	اس میں زبان کی فطری صورت تھی۔
اس میں جنس اور عورتوں سے متعلق الفاظ زیادہ تر ملتے تھے۔	اس میں تلفظ کی ادائیگی کی تبدیلی زیادہ تر نمایاں تھی۔	اس میں دیہات سے متعلق الفاظ و عبارات شامل تھے۔
اس میں مذاق و تفریح کا عنصر غالب تھا۔	اس میں تاثراتی انداز نہیں ہوتا تھا۔	اس میں تاثراتی انداز نہیں ہوتا تھا۔
خاص گروہ میں بولی جاتی تھی۔	وسیع پیمانے کے لوگوں میں بولی جاتی تھی۔	خاص علاقے میں بولی جاتی تھی۔
اس میں گروہی (اجتماعی طور پر) وابستگی ہوتی تھی۔	اس میں کوئی گروہی وابستگی نہیں ہوتی تھی۔	اس میں جغرافیائی (علاقائی طور پر) وابستگی ہوتی تھی۔
ایک خاص دائرے سے باہر والوں کے لیے ناقابل فہم زبان تھی۔	اس کو سمجھنے میں کوئی دقت نہیں ہوتی تھی۔	اس ماحول سے باہر والوں کے لیے ناقابل فہم زبان تھی۔
اس میں تحقیر اور آزدگی کا عنصر غالب تھا۔ چنانچہ اس کی سرحدیں کبھی کبھی فحش سے بھی جاملتی ہیں۔	اس میں احساسات کا (خوش یا مجروح کرنا) کوئی دخل نہیں تھا۔	اس میں احساسات کا (خوش یا مجروح کرنا) کوئی دخل نہیں تھا۔
اس کا بولنے والا بد تمیز کہلاتا تھا۔	اس کا بولنے والا کم خواندہ کہلاتا تھا۔	اس کا بولنے والا ناخواندہ کہلاتا تھا۔
اس کو سوقیانہ زبان کہا جاتا تھا۔	اس کو جاہلانہ زبان کہا جاتا تھا۔	اس کو، اجڑوں کی زبان کہا جاتا تھا۔
بے تکلفاتی زبان تھی۔	سہولتِ تلفظ کی زبان تھی۔	فطرتی زبان تھی۔
بازاری	عوامی	گنواہی
”بازاری زبان“ ضد تھی ”شائستہ زبان“ کی۔	”عوامی زبان“ ضد تھی ”فصیح زبان“ کی۔	”گنواہی زبان“ ضد تھی ”شہری“ زبان کی۔
زمانے کے ساتھ ساتھ اس کے کم مواد معیاری زبان کے حصے میں شامل ہوں گے۔	زمانے کے ساتھ ساتھ اس کے زیادہ مواد معیاری زبان کے حصے میں ضرور شامل ہوں گے۔	زمانے کے ساتھ ساتھ اس کے بہت ہی کم مواد معیاری زبان کے حصے میں شامل ہونے کا امکان ہے۔

زیر مطالعہ لغات اور ”بازاری“، ”عوامی“ اور ”گنواہی“ الفاظ کی شمولیت

لغت (بہ ترتیب سن اشاعت)	بازاری الفاظ کی شمولیت	عوامی الفاظ کی شمولیت	گنواہی الفاظ کی شمولیت	طریقہ تشریح
دریائے لطافت	زیادہ	بہت کم	موجود نہیں	براہ راست، کھلم کھلا
ٹیکسیر کی لغت	بہت کم	موجود ہے	موجود نہیں	بہت مختصر الفاظ سے
مخزن فوائد	بہت کم	بہت کم	بہت کم	بہت مختصر الفاظ سے
فارلس کا لغت	بہت کم	بہت کم	بہت کم	بہت مختصر الفاظ سے
فیلن کا لغت	زیادہ	زیادہ	زیادہ	براہ راست، کھلم کھلا
پلیٹس کی لغت	زیادہ	زیادہ	موجود ہے	بہت مختصر الفاظ سے
ہندوستانی مخزن الحجرات	موجود ہے	موجود ہے	زیادہ	براہ راست، کھلم کھلا
فرہنگ آصفیہ	زیادہ	زیادہ	زیادہ	براہ راست، کھلم کھلا
بہار ہند	بہت کم	بہت کم	بہت کم	پوشیدہ الفاظ سے
امیر اللغات	بہت کم	موجود ہے	موجود ہے	پوشیدہ الفاظ سے

غیر معیاری زبان کے موقف کی نشان دہی مقامی اور مستشرق لغت نویسوں کے نزدیک

اسلوب	مقامی لغت نویس	مستشرق لغت نویس
بازاری زبان	بازاری زبان / سوقیانہ زبان / جُہلا کی زبان	vulgar اور Slang
عوام کی زبان	ان پڑھ لوگوں کی زبان / عوام الناس کی زبان / جُہلا کی زبان	کوئی تبصرہ نہیں تحریر کرتے تھے۔ معیاری اندراج لکھ کر اس کے سامنے ”Corruption“ / ”Corrupted“ / ”Incorrectly“ سے اندراج کی بدلے ہوئے روپ کی نشان دہی کرتے تھے۔ (یا برعکس)
گنواہی زبان	گنواہی زبان / جُہلا کی زبان / دیہات کی زبان / دہقانوں کی زبان	عام طور پر: rustic

انیسویں صدی کی اردو لغت نویسی میں ”ٹکسال/معیار“ کا تصور غیر واضح سا تھا۔ کہیں اس کی کسوٹی قواعد تھی یعنی: قواعد کی درستگی۔ کہیں اس کے تولنے کے لیے علوم ادبی (علم بدیع، علم معانی وغیرہ) سے مدد لی جاتی تھی۔ کہیں معاشرے کے اعلیٰ طبقہ (درباریوں، شریفوں، ثقافت، خواص، تعلیم یافتہ یا ادیبوں) کی گفتگو کو بنیاد یا کسوٹی بنایا جاتا تھا۔

انیسویں صدی کی اردو لغت نویسی میں کبھی ٹکسالی لفظ درج کیا جاتا تھا۔ کبھی غیر ٹکسالی لفظ درج کیا جاتا تھا اور سامنے اس کا ٹکسالی روپ درج کیا جاتا تھا۔ اصولی طور پر معیاری تلفظ درج ہونا چاہیے۔ اگر عامیانہ تلفظ کا ذکر کرنا ضروری ہو تو پہلے معیاری تلفظ بتا کر اس کے بعد بہ صراحت عامیانہ تلفظ کا ذکر ہونا چاہیے۔

زیر مطالعہ لغات کے مؤلفین ایک ہم عصر تھے اور بعض ایک ہی علاقے کے رہنے والے تھے۔ اس کے باوجود ایک ہی اندراج کا موقف مختلف لغت نویسوں کے ہاں فرق رکھتا ہے صرف فیلن نے اس حوالے سے ایک عمدہ حل نکالا تھا (بعد میں پلیٹس نے اس کی کسی حد تک پیروی کی)۔ انھوں نے سلیننگ اور میو کے الفاظ کے لیے کچھ لیبل (رجسٹر)، مختص کیے ہیں جس سے بات بالکل واضح ہوتی ہے۔ فیلن کی لغت میں illiterately سے مراد عوام کی زبان ہے جب کہ slang اور vulgar سے مراد بازاری یا گنواہری زبان ہے۔ rustic سے مراد گنواہری زبان ہے۔

حوالہ جات

- ۱۔ حفیظ صدیقی، ابوالعجاز، ۱۹۸۵ء، کشف تنقیدی اصطلاحات، نظر ثانی: آفتاب احمد خاں، دوسری اشاعت، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ص ۵۲۔
- ۲۔ اس لغت کی پہلی اشاعت: انجمن ترقی اردو (ہند)، دہلی، فروری ۲۰۰۳ء؛ آج کی کتابیں، کراچی، جولائی ۲۰۰۳ء۔ نظر ثانی اور اضافہ شدہ اشاعت: آج کی کتابیں، کراچی، ۲۰۱۱ء۔ تیسری اضافہ شدہ اشاعت، انجمن ترقی اردو (ہند)، دہلی، ۲۰۱۱ء؛ آج کی کتابیں، کراچی، ۲۰۱۲ء۔ تیسری اشاعت کا عنوان: اردو زبان میں غیر معیاری استعمالات کی فہرست و تنقید، کچھ مزید لسانی نکات کر ساتھ۔
- ۳۔ سرہندی، وارث، ۱۹۸۶ء، کتب لغت کا تحقیقی و لسانی جائزہ، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، دوسری جلد، ص ۱۰۱۔
- ۴۔ تبصرہ مولانا الطاف حسین حالی بر لغات اردو معروف بہ ارمان دہلی، بتاریخ اپریل ۱۸۸۷ء، ماخوذ: ’فرہنگ آصفیہ‘، مرتب: مرکزی اردو بورڈ، ۱۹۷۷ء، جلد ۴، ص ۸۰۳۔
- ۵۔ کمال عنترت میں ”زرگری“ کے ذیل میں آیا ہے: ”زبانی قراردادہ اند میان دو کس کہ چون تکلم کنند دیگران نفہند۔ بفارسی لُترہ بالال مضموم و تاء شہاء فوقانیہ ساکن و آں شخص را نیز گویند کہ بہر زبان نداشتہ باشد“ (مرتب: ۱۹۹۹ء، ص ۱۰۵) نوادر الالفاظ میں اس حوالے سے لکھا گیا ہے: ”زبانے کہ دو کس باہم قرار دہند و چون باہم سخن گویند دیگرے نفہند۔ لوترہ بہ لام و واو مجہول و فوقانی موقوف۔ لیکن ہر زبانے کہ چند کس قرار دہند، زرگری نیست۔ بلکہ آں زبانے است مخصوص معروف، چنان کہ ہر زبان داں پوشیدہ نیست“ (مرتب: ۱۹۹۲ء، ص ۲۷۱)

انیسویں صدی کی اردو لغات: غیر معیاری اسالیب زبان

لیلیٰ عہدی خجستہ

۶۔ نیز انھوں نے ”کرائی اردو“ کا ذکر کیا ہے۔ ”وہ ہندوستانی زبان جس کو یوریشین اور یوروپین، اصل قاعدے اور لہجے کے خلاف بگاڑ کر بولتے ہیں۔ کھڑی زبان، بے محاورہ اردو، قابلِ مضحکہ اردو“ (فرہنگ آصفیہ، مرتب: ۱۹۷۷ء، جلد ۳، ص ۴۹۰) اس تعریف کے مطابق ”کرائی زبان“ کو خفیہ زبان کے معنی میں نہیں لے سکتے۔

۷۔ بازاری زبان و اصطلاحاتِ پیشہ وران (۱۹۳۰ء) میں ”گڈامی“ کے ذیل میں لکھا ہوا ہے: ”انگریزی وضع اختیار کرنے والا“ (ص ۱۲) نیز ایک بازاری محاورے کے لیے ”ٹھیک ٹھیک بدلانی“ دو ہم پیشہ لوگوں کی جال کی باتیں“ (ص ۲۵)؛ ”اس جگہ بولتے ہوں جہاں دو ہوشیار ہم پیشہ کاری گر، ہم فن باہمی لین دین، کاروبار یا بحث و مباحثہ کرتے ہوں اور دونوں ہوشیاری میں برابر کے ہوں“ (کلاسیکی ادب کی فرہنگ، ص ۲۰۴)

۸۔ Lord William Henry Cavendish-Bentinck (۱۷۷۴-۱۸۳۹ء) وہ ۱۸۲۸ء سے لے کر ۱۸۳۵ء تک ہندوستان کے گورنر جنرل تھے / Sir William Henry Sleeman (۱۷۸۸-۱۸۵۶ء) ان کی کتاب کا پورا نام:

Ramaseena, or a Vocabulary of the peculiar language used by Thugs; Report on the Depredations Committed by the Thug Gangs of Upper and Central India; and The Thugs or Phansigars of India

۹۔ رشید حسن خان (۱۹۲۵-۲۰۰۶ء) نے اس لغت کی مستند تدوین کیا ہے: مصطلحاتِ ٹھگنی، مرتب: علی اکبر الہ آبادی، تدوین: رشید حسن خان۔ انجمن ترقی اردو (ہند)، دہلی، ۲۰۰۲ء / دار النوادر، لاہور، ۲۰۰۵ء۔

۱۰۔ غالب دہلوی، مرزا اسد اللہ، سن ترتیب: ۱۹۸۷ء، غالب کے خطوط، مرتب: خلیق انجم، غالب انسٹی ٹیوٹ، دہلی، تیسری جلد، ص ۱۰۱۲۔

۱۱۔ اس حوالے سے مرحوم شان الحق حقی رقم طراز ہیں: ”وہی میں تقسیم کے وقت تک شہدوں کی ٹولی، شادی کے موقع پر ضرور دعائیں دینے اور انعام لینے کے لیے آیا کرتی تھی اور انعام لیے بغیر نہیں ملتے تھے۔ شہدے کے ساتھ پاک کا اضافہ بھی کیا جاتا ہے۔ بڑے پاک شہدے ہیں: نہایت شریر، چھپے ہوئے بد معاش۔ بعض لوگ شہدائے شہداء کی بگڑی ہوئی شکل خیال کرتے ہیں جس کی شکل کے ساتھ اس کے معنی بھی بگڑ گئے۔ اس لفظ کی اصل طرف اشارہ مجھے آچاریہ چانکیہ کے آتش شاستر کے اردو ترجمہ کے دوران ملا۔ انھوں نے ہاتھیوں کی تربیت بیان کرنے میں شریر ہاتھی کی ایک قسم شہدائے بتائی ہے: بد ہاتھی، جس کی تربیت بے حاصل ثابت ہو یا تو شہدھا (پچا شریر) ہو گا یا سورت (چالاک) یا وشم (بد فطرت)“ (حقی، شان الحق، ۱۹۹۶ء، لسانی مسائل و لطائف، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ص ۱۷۹-۱۸۰)

۱۲۔ میر حسن دہلوی، ۱۹۱۱ ہجری/ ۱۷۷۷ء، تذکرہ شعرائے اردو، مرتب: مجیب الرحمن خان، محمد، ۱۹۴۰ء، انجمن ترقی اردو (ہند)، دہلی، ص ۱۲۔

۱۳۔ رسا، گوگل پرشاد، ۱۸۷۸ء، ارمغانِ گوگل پرشاد، مرتب: فتح پوری، فرمان، ۱۹۷۵ء، انجمن ترقی اردو (پاکستان)، کراچی، ص ۳۵۔

۱۴۔ عبد الرشید، ۲۰۰۸ء، فرہنگ کلام میر۔ چراغ ہدایت کی روشنی میں، دلی کتاب گھر، دہلی، ص ۱۳۶۔

۱۵۔ بہت مزے کی بات ہے کہ یہ لفظ (عمشے) آج کل کی فارسی میں سلینگ کے طور پر بالکل اسی معنوں میں بولا جاتا ہے۔

۱۶۔ البتہ بہار ہند میں یہ اندراج بھی ملتا ہے: ”آج بھائی: مراد وہی بد وضع لوگ، بیڑھی ٹولی، تنگ کپڑے، بیڑھی گفتگو کرنے والے“ (ص ۳۰)۔

۱۷۔ شیفیت، نواب محمد مصطفیٰ خان، ۱۲۵۰ ہجری/ ۱۸۳۴ء، گلشنِ بے خار، مطبع منشی نول کشور، لکھنؤ، ص ۲۳۱۔

۱۸۔ غالب دہلوی، مرزا اسد اللہ، سن ترتیب: ۱۹۸۵ء، غالب کے خطوط، مرتب: خلیق انجم، غالب انسٹی ٹیوٹ، دہلی، دوسری جلد، ص ۵۱۳۔

۱۹۔ خاں، رشید حسن، ۱۹۸۷ء، زبان اور قواعد، مکتبہ عالیہ، لاہور، ص ۳۴۴۔

۲۰۔ عوام کی زبان پر مزید مثالیں اور تفصیلی بحث کے لیے: گذشتہ دور کی اردو لغات میں عوام ”راندہ درگاہ“ کی حیثیت: از: لیلیٰ عہدی خجستہ، منش مانی ”اردو“، انجمن ترقی اردو (پاکستان)، کراچی، شمارہ ۱۶۔ سن ۲۰۱۵ء۔

۲۱۔ موجودہ فارسی میں یہ لفظ ”عملی“ ہو ہونشہ کرنے والوں کے لیے سلینگ کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔

۲۲۔ غالب دہلوی، مرزا اسد اللہ، سن ترتیب: ۱۹۸۷ء، غالب کے خطوط، مرتب: خلیق انجم، غالب انسٹی ٹیوٹ، دہلی، تیسری جلد، ص ۱۰۶۰۔

کتابیات لغات

- ☆ احمد دہلوی، منشی سید، ۱۳۰۴ ہجری / ۱۸۸۸ء، فرہنگ آصفیہ، پہلی جلد، مرتب: مرکزی اردو بورڈ، ۱۹۷۷ء، لاہور۔
- ☆ اشرف لکھنوی، محمد اشرف علی، مصطلحات اردو، ۱۳۰۶ ہجری / ۱۸۹۰ء، مطبع نامی، لکھنؤ۔
- ☆ امام بخش صہبائی، مولوی، ۱۲۶۱ ہجری / ۱۸۴۵ء، رسالہ قواعد صرف و نحو اردو، مطبع منشی نول کشور، لکھنؤ۔
- ☆ امیر بینائی، منشی امیر احمد، ۱۳۰۹-۱۳۱۰ ہجری / ۱۸۹۱ء-۱۸۹۲ء، امیر اللغات، دو جلدیں، نسکی اشاعت: ۱۹۸۸ء، مقبول اکیڈمی، لاہور۔
- ☆ _____، مسودہ: ۱۳۱۳ ہجری / ۱۸۹۵ء، امیر اللغات، تیسری جلد، مرتب: رؤف پارکیر، ۲۰۱۰ء، پنجاب یونیورسٹی، لاہور۔
- ☆ انشاء، انشاء اللہ خان، ۱۲۱۷ ہجری / ۱۸۰۲ء، دریائے لطافت، مترجم: کیفی، پنڈت برج موہن داترئیہ، دوسری اشاعت، ۱۹۸۸ء، انجمن ترقی اردو (پاکستان)، کراچی۔
- ☆ جلال لکھنوی، سید ضامن علی، ۱۳۰۴ ہجری / ۱۸۸۶ء، سرمایہ زبان اردو یعنی تحفہ سخنوران، ادارہ فروغ اردو، لکھنؤ۔
- ☆ خاں آرزو، سراج الدین علی، ۱۱۶۶ ہجری / ۱۷۵۲ء، نوادر الفاظ، مرتب: محمد سید عبداللہ، ۱۹۹۲ء، دوسری اشاعت، انجمن ترقی اردو (پاکستان)، کراچی۔
- ☆ طیش دہلوی، مرزا جان، ۱۲۶۶ ہجری / ۱۸۴۹ء، شمس البیان فی مصطلحات الہندوستان، مرتب: رضا عابد بیدار، ۱۹۷۷ء، جرنل، دوسرا شمارہ، خدا بخش اور نیٹل پبلک لائبریری، پٹنہ۔
- ☆ عاشق لکھنوی، مرزا محمد مرتضیٰ، ۱۳۰۶ ہجری / ۱۸۸۸ء، بہار ہند، شوکت جعفری، لکھنؤ۔
- ☆ عزت اکبر آبادی، کمال میر محمدی، ۱۱۶۱ یا ۱۱۸۹ ہجری / ۱۷۴۸ء یا ۱۷۵۵ء، کمال عتروت، مرتب: عارف نوشانی، ۱۹۹۹ء، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد۔
- ☆ لال دہلوی، منشی چرنجی، ۱۳۰۴ ہجری / ۱۸۸۶ء، ہندوستانی مخزن المحاورات، پہلی اشاعت، محب ہند پریس، دہلی۔
- ☆ کلبت دہلوی، نیاز علی بیگ، (۱۲۶۲ ہجری / ۱۸۴۵ء)، مخزن فوائد، مرتب: ذاکر حسین، محمد، (۱۹۹۸ء)، خدا بخش اور نیٹل پبلک لائبریری، پٹنہ۔
- ☆ Fallon, S. W., (1879), A New Hindustani-English Dictionary, Medical Hall press, Banaras+London.
- ☆ Forbes, Duncan, (1958), Dictionary Hindustani & English Accompanied A Reversed Dictionary: English And Hindustani, Second edition, W.M.H, Allen And Co, Booksellers to the Honorable East Asia Company, London.
- ☆ Platts, John Thompson, (1884), A Dictionary of Urdu classical Hindi and English, Lahore, Sange-meel Edition (2003).
- ☆ Shakespeare, John, (1814), Dictionary Urdu-English, Lahore, Sange-meel Edition (2002).

Abstract

This article aims at exploring the vulgar or slang (bazari, awami, ganwari) use of Urdu words in the Urdu dictionaries of the nineteenth century. It mentions many Urdu equivalents for such use of language by the lexicographers. The article also discusses what then standard Urdu was. To this, it refers many known Urdu dictionaries, lexicographers and poets. It also refers many known lexicographical works to share varying standards for the vulgar Urdu words. The article also shares a table in which how 10 known lexicographical works treated the vulgar, slang, corrupted and rustic Urdu words. The article explained these words as well. There was no same standard among Urdu lexicographers to include these words in their works. The social background of the lexicographers led to varying standards for these words. The dictionary of S W Fellon was a good example which identified such words through language registers. John T Platts followed the example to some extent.

Keywords: Urdu dictionaries of nineteenth century, vulgar and slang Urdu words.